صرف احمدی نوجوانوں کے لئے

مکمل فائل

چلڈرن سیکشن

ماہنامہ

جنوری ۱۹۹۳ء

خالد

ربوہ

ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

مرا نالہ اُس کے قدموں کے غبار تک تو پہنچے

سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کا نعتیہ منظوم کلام

جو

۳۱ جولائی ۱۹۹۲ء کو جلسہ سالانہ یو۔کے کے افتتاحی اجلاس میں پڑھا گیا

جو اجازت ہو تو عاشق درِ یار تک تو پہنچے — یہ ذرا سی اِک نگارش ہے۔ نگار تک تو پہنچے

دلِ بے قرار قابو سے نکل چکا ہے۔ یا ربّ — یہ نگاہ رکھ کہ پاگل سرِ دار تک تو پہنچے

جو گلاب کے کٹوروں میں شرابِ ناب بھر دے — وہ نسیمِ آہ۔ پھولوں کے نکھار تک تو پہنچے

کچھ عجب نہیں کہ کانٹوں کو بھی پھول پھل عطا ہوں — ہری چاہ کی حلاوت رگِ خار تک تو پہنچے

یہ محبتوں کا لشکر جو کرے گا فتحِ خیبر — ذرا تیرے بغض و نفرت کے حصار تک تو پہنچے

مجھے تیری ہی قسم ہے کہ دوبارہ جی اُٹھوں گا — ترا نفخِ رُوح میرے دلِ زار تک تو پہنچے

جو نہیں شمار اُن میں تو غرابِ پر شکستہ — ترے پاک صاف بگلوں کی قطار تک تو پہنچے

تری بے حساب بخشش کی گلی گلی ندا دوں — یہ نوید تیرے چاکر گنہگار تک تو پہنچے

یہ شجر خزاں رسیدہ ہے مجھے عزیز یا ربّ — یہ اِک اَور وصلِ تازہ کی بہار تک تو پہنچے

جنہیں اپنی جبلِ جاں میں نہ ملا سُراغ تیرا — وہ خود اپنی ہی اَنا کے بُتِ نار تک تو پہنچے

کسے فکرِ عاقبت ہے۔ انہیں بس یہی بہت ہے — کہ رہینِ مرگ 'داتا' کے مزار تک تو پہنچے

ہے عوام کے گناہوں کا بھی بوجھ اس پہ بھاری — یہ خبر کسی طریقے سے حمار تک تو پہنچے

یہ خبر ہے گرم یا ربّ کہ سوار خواہد آمد — کروں نقدِ جاں نچھاور مرے سوار تک تو پہنچے

وہ جوانِ برق پا ہے۔ وہ جمیل و دلرُبا ہے
مرا نالہ اُس کے قدموں کے غبار تک تو پہنچے

ماہ نومبر ۱۹۹۲ء کے خالد ٹائٹل ص۲ پر اس نظم کے پانچویں شعر کے پہلے مصرعے میں "لشکر کے بعد "ہے" کا لفظ زائد چھپ گیا تھا۔ اب اصلاح کے ساتھ یہ نظم دوبارہ شائع کی جارہی ہے۔ ادارہ اس غلطی پر معذرت خواہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جنوری 1993ء

صلح 1372 ھش

جلد 40 شمارہ 3 قیمت 4 روپے

*

ایڈیٹر سید مبشر احمد ایاز

*

پبلشر۔ مبارک احمد خالد
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد
دار الصدر جنوبی ربوہ

اس شمارے میں آپ کے لئے

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے مُنادی

دنوں کے بعد دن، ہفتوں کے بعد ہفتے، مہینوں کے بعد مہینے اور سالوں کے بعد سال بیت رہے ہیں۔ وقت کی تیز رفتار گاڑی اپنے سفر کو جاری وساری رکھے ہوئے ہے۔ وقت کا ایک ایک لمحہ ہمیں پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ تمہاری عمر عزیز کا ایک اور لمحہ کم ہوگیا اور اگر اس عمر کو ہم نے غنیمت جان کر فائدہ نہ اٹھایا تو یاد رکھنا کہ پھر یہ لمحات واپس نہیں آسکتے۔ ان سے فائدہ اٹھانا تو ہمارے اختیار میں تھا لیکن پھر ان لمحات کو واپس لوٹانا ہمارے بس میں نہیں ہوگا۔ "گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں" کے مصداق پھر سوائے حسرت اور افسوس کے اور کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

اگر ہم دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کی طرف دیکھیں کہ وہ کہاں سے کہاں پہنچی ہوئی ہیں۔ حالانکہ ان کا مطلوب و مقصود محض دنیا کمانا ہے اور دولت و حشمت کی ہوس کو پورا کرنا ہے۔ لیکن اس وقت دنیا کے خطہ پر ایک ایسی قوم بھی آباد ہے جو ساری دنیا کے لئے ایک تعویذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو اس دنیا کی معالج بنا کر بھیجی گئی ہے۔ جو اس دکھی انسانیت کے دکھ اور درد کو ختم کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے جن کو ایسے دل دئے گئے ہیں کہ ساری دنیا کے غموں اور دکھوں کو اپنے دل میں جگہ دے کر بلا تمیز رنگ و نسل و مذہب و ملت ان کی خدمت کرنا اپنا نصب العین سمجھتی ہے۔ صومالیہ ہو یا بوسنیا، فلسطین ہو یا کشمیر، براعظم افریقہ ہو یا امریکہ، روس ہو یا جاپان، ہندوستان ہو یا پاکستان الغرض دنیا کا کوئی خطہ ہو یہ قوم بحیثیت مجموعی وہاں کے ظلم و ستم اور حقوق کی تلفی کا دکھ اور درد محسوس کرتی ہے اور وہ ہے عالمگیر جماعت احمدیہ۔ جس کا نصب العین خالق حقیقی کی توحید کا قیام اور اس کی ساری بنی نوع انسان کی خدمت کرنا ہے۔

ہم اس قوم سے تعلق رکھتے ہیں جس کے بانی کو خدا نے فرمایا تھا کہ "انت الشیخ المسیح الذی لایضاع وقتہ"۔ "کہ تو وہ بزرگ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا"۔ تو آج جب وقت کا پہیہ تیزی سے گھوم رہا ہے ہمیں بڑی احتیاط سے جائزہ لینا ہوگا اپنے نفس کا محاسبہ کرنا ہوگا کہ گزرا ہوا وقت ہم نے کیسے گزارا یہ گزرا ہوا وقت ہم نے خدا تعالیٰ کے حکموں کے مطابق گزارا ہے یا نہیں؟ ہم نے احمدیت کی خاطر کتنا وقت دیا؟ ہم نے بنی نوع انسان کی بھلائی اور خیر خواہی کے لئے کتنا وقت صرف کیا؟ ہم نے اپنے آپ کو اپنے اہل و عیال کو اپنے قرابت داروں کو اپنے معاشرے کو فحاشی اور بے حیائی کے زہر سے کس حد تک دور کیا؟ ہم نے کس حد تک اپنے پیارے امام کی آواز پر لبیک کہا؟

آیئے! یہ محاسبہ کرتے ہوئے یہ جائزہ لیتے ہوئے توبہ اور استغفار کرتے ہوئے "انا ظلمنا" کی دلی صداؤں کے ساتھ ہم نئے سال میں قدم رکھیں اور اپنے وقت کو ضائع نہ کرنے کا عہد کریں۔ حضرت مصلح موعود بانی خدام الاحمدیہ تو ہم سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ

"اگر ایک منٹ بھی تمہارا ضائع ہو جائے تو سمجھو کہ موت آگئی"

اور ہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ وقت، یہ عمر، یہ قویٰ اور یہ استعدادیں سب کچھ ہمارے پاس خدا کی امانتیں ہیں اور ہمیں ان کا امین بنایا ہوا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ان میں خیانت نہ کریں اور نہ ہونے دیں بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ، سارے کا سارا ہم خدا کی راہ میں لٹا دیں اور پھر بھی یہ حسرت بھری صدا دل سے نکلے کہ

جاں دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنے اور ان کو نبھانے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

کلام الامام امام الکلام

خدا تعالیٰ کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

''اے میرے دوستو! جو میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے اسی سنت اللہ کی موافق جو قدیم سے جاری ہے ہر ایک طرف سے کوشش ہوگی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی اور ہر ایک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دکھ دے گا اور خیال کرے گا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے اور کچھ آسمانی ابتلا بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ...... ہم کیونکر خدا تعالیٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو اس کا اس نے بار بار مجھے یہی جواب دیا ہے کہ تقویٰ سے۔ سو اے میرے پیارے بھائیو! کوشش کرو تا متقی بن جاؤ۔ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں سو تقویٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیز گاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو، سب سے اول اپنے دلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ کہ ہر یک خیر اور شر کا بیج پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے اگر تیرا دل شر سے خالی ہے تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہوگی اور ایسا ہی تیری آنکھ اور تیرے سارے اعضاء ہر یک نور یا اندھیرا پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو...... نیز خدا تعالیٰ سے قوت اور ہمت مانگو کہ تمہارے دلوں کے پاک ارادے اور پاک خیالات اور پاک خواہشیں تمہارے اعضاء اور تمہارے تمام قویٰ کے ذریعہ سے ظہور پذیر اور تکمیل پذیر ہوں..... خدا تعالیٰ کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کے جلال کو اپنی آنکھ کے سامنے رکھو خدا بڑی دولت ہے اس کے پانے کے لئے مصیبتوں کے لئے تیار ہو جاؤ وہ بڑی مراد ہے اس کے حاصل کرنے کے لئے جانوں کو فدا کرو۔ عزیزو! خدا تعالیٰ کے حکموں کو بے قدری سے نہ دیکھو موجود فلسفہ کی زہر تم پر اثر نہ کرے ایک بچے کی طرح بن کر اس کے حکموں کے نیچے ہو۔ نماز پڑھو نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کنجی ہے۔ سچائی اختیار کرو سچائی اختیار کرو کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ تمہارے دل کیسے ہیں... باہم بخل اور کینہ اور حسد اور بغض اور بے مہری چھوڑ دو اور ایک ہو جاؤ''۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۴۶-۴۵۰)

دعوت الی اللہ

حضرت علیؓ اور دعوت الی اللہ

(مقالہ نگار:۔ غ۔ب۔س)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ پر روانہ کرتے وقت علیؓ سے فرمایا علی جاؤ لیکن جب وہاں پہنچو تو سب سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا پھر انہیں بتانا کہ اللہ کے ان پر کیا حقوق ہیں فرمایا۔

''بخدا اگر ایک آدمی تیرے ذریعہ ہدایت پاتا ہے تو وہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے''۔ (اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۲۸)

خدا کے دین کی منادی اور بنی نوع انسان کو خدا کی طرف بلانا یہی اصل مقصد ہے۔ حضرت عمرؓ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے انہوں نے پہلا فقرہ یہی کہا کہ لوگو! میں تو داعی ہوں۔ میری آواز پر لبیک کہنا۔

حضرت علیؓ جب سے ایمان لائے آپ دعوت الی اللہ کے کام میں پیش پیش رہے۔ بے شک قبول اسلام کے وقت آپ کی عمر چھوٹی تھی۔ صرف نو سال یا دس سال (السیرت النبوی جلد ۱ صفحہ ۴۳۰۔۴۳۱ فَصْلٌ فِی ذِکْرِ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ) لیکن اس وقت وہ مکہ کے بازاروں سے لوگوں کو تلاش کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کامل راز داری کے ساتھ لاتے۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ جب مکہ آئے تو حضرت علیؓ نے انہیں اجنبی دیکھ کر ان سے رابطہ قائم کیا۔ اور پوری احتیاط سے لوگوں کی نظروں سے بچتے بچاتے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ کا اپنا بیان ہے کہ دین حق قبول کرنے والوں میں سے وہ چوتھے تھے۔ (السیرۃ النبویہ لابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۴۴۹ زیر عنوان اسلام ابی ذرؓ)

حضرت ابو ذر غفاریؓ جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مسلسل تین دن خانہ کعبہ کے سایہ میں جا کر اللہ کی وحدانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کرتے رہے اور مشرکین مکہ انہیں زمین پر لٹا کر تختہ مشق بناتے رہے۔ (السیرۃ النبویہ جلد ۱ صفحہ ۴۴۸)

ان کی استقامت اور ایمان کی مضبوطی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''غفار غفر اللہ لہا'' (السیرۃ النبویہ جلد ۱ صفحہ ۴۵۱)

غفار قبیلہ کو خدا کی بخشش حاصل ہو۔ حضرت ابو ذرؓ کے اس واقعہ میں ذکر ہے کہ حضرت علیؓ تین روز تک

ان کو دیکھتے رہے- بالاخر رازداری سے ان سے بات کی- اور جب حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آیت نازل ہوئی "و انذر عشیرتک الاقربین" (الشعر آیت ۲۱۵)

کہ اپنے قریبی کنبہ کو پیغام خداوندی پہنچایئے- تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؓ کو بلا کر فرمایا علی کھانے کا انتظام کرو- چنانچہ چالیس کے قریب آدمیوں کو کھانے پر بلایا گیا- جن میں ابو طالب، حضرت عباسؓ اور ابو لہب بھی تھے- حضرت علیؓ کو اس موقعہ پر انہیں دودھ پیش کرنے کا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا- لیکن کھانے کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پیغام دینا چاہا تو ابو لہب نے مجلس کو پراگندہ کر دیا- اگلے روز پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو کھانا تیار کروانے کے لئے فرمایا- لیکن اس روز پھر ابو لہب نے لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سننے سے روک دیا- تیسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر حضرت علیؓ کو کھانا تیار کروانے کے لئے کہا- کھانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"اے بنو عبدالمطلب بخدا کوئی نوجوان اس پیغام سے بہتر اپنی قوم کی طرف پیغام نہیں لایا جو میں لایا ہوں- تمہاری دین و دنیا دونوں اس کے ذریعہ سدھر جائینگی- مجھے خدا نے فرمایا ہے میں تمہیں اس آواز کی طرف بلاؤں- پس اس بارہ میں میری کون مدد کرے گا- وہی میرا بھائی ہوگا- (السیرۃ النبویہ جلد ا صفحہ ۴۵۸-۴۵۹)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں میں سب سے نو عمر تھا- میری آنکھیں خراب، پنڈلیوں پر گوشت ندارد- سب خاموش رہے میں نے عرض کی اے خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس بارہ میں آپ کا مدد گار ہوں- (السیرۃ النبویہ جلد ا صفحہ ۴۵۹)

آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچ چکا ہے لیکن ملاحظ کیجیئے اس کی ابتداء کتنی مختصر تھی- لیکن ایک نو عمر دس سال کے بچے کا عزم اور ارادہ دیکھئے- جب صنادید قریش وہ پیغام سن کر خاموش رہے تو ایک منحنی بچہ جن کی اپنے قوم کے مطابق صحت بھی مثالی نہ تھی اس پیغام کو پہنچانے کے لئے لبیک کہتا ہے- ایک دوسری روایت میں سیدنا علیؓ کے الفاظ یوں بیان کئے گئے ہیں کہ

"تمام حاضرین میں میری ہیئت کذائی کمزور تھی، آشوب چشم، پنڈلیاں سوکھی- ایک دوسری روایت میں اس واقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ یوں ہیں آپ نے فرمایا

"میرا قرض کون ادا کرے گا اور میرے اہل و عیال میں مری نیابت کون کرے گا"- حضرت علیؓ نے عرض کیا اَنَا یا رَسُولَ اللہِ- (السیرۃ النبویہ جلد ا صفحہ ۴۶۱) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں!

یہ وہ دن تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح و شام علانیہ اور خفیہ ان کی مجالس اور بازاروں میں اجتماعوں میں ہر غلام و آزاد کمزور اور طاقتور غریب و امیر کو خدا کا پیغام پہنچا رہے تھے- اور مشرکین ایمان لانے والوں کی ایذاء دہی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھ رہے تھے- مخالفین

میں ابو لہب اور ان کی بیوی ابو سفیان کی بہن ام جمیل پیش پیش تھے۔ ابو طالب حضرت علیؓ کے والد جو مشرکین میں قابل احترام تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد کرتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس پیغام کو لیکر آئے تھے اس کی اشاعت اور غلبہ کا وعدہ خدا نے فرمایا تھا اور یہ سب اللہ کے فضلوں سے اس کی تقدیر کے تحت ہو کر رہا۔ راہ کی ہر روک خدا نے دور فرمائی لیکن دس سالہ بچہ کا یہ حوصلہ یہ عزم یہ سمجھ بھی عطیہ خداوندی تھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابو ذرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لانے کا واقعہ حدیث اور تاریخ کی کتب میں جس طرح مروی ہے اسے پیش کیا جائے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب ابو ذر غفاریؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دعویٰ کی خبر ملی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ تم مکہ جاؤ اور اس شخص کے بارہ میں ہمیں آکر بتاؤ جس کا یہ دعویٰ ہے کہ اسے آسمانی خبریں موصول ہوتی ہیں۔ تحقیق کر کے آؤ۔ ابوذرؓ کے بھائی مکہ آئے اور جا کر بھائی سے کہا میری تحقیق یہ ہے کہ وہ مدعی نبوت اعلیٰ خلاق کی تلقین کرتا ہے اس کا کلام شعر جیسا نہیں۔ ابوذر نے کہا بھائی میری غرض کی تکمیل نہیں ہوئی۔ چنانچہ زادراہ اکٹھا کیا۔ پانی کا مشکیزہ سنبھالا اور سوئے مکہ روانہ ہوگئے۔ انہوں نے اس سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا نہ تھا۔ خانہ کعبہ آئے۔ ڈرتے کسی سے پوچھا بھی نہ۔ رات ہوگئی وہیں کہیں لیٹ گئے۔ حضرت علیؓ نے دیکھا کہ کوئی مسافر ہے۔ اس کے ساتھ ہولئے۔ لیکن دونوں میں سے کسی نے ایک دوسرے سے کچھ نہ پوچھا۔ صبح ہوئی تو ابوذرؓ پھر زادراہ اور مشکیزہ اٹھائے خانہ کعبہ کی طرف آئے۔ اس روز بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نظر نہ آئے۔ شام ہوگئی۔ شب بسری کے لئے لیٹ گئے۔ حضرت علیؓ پاس سے گذرے اور کہا یہ بیچارہ مسافر ہے اس کے پاس رک گئے۔ آج بھی کسی نے ایک دوسرے سے کوئی بات دریافت نہ کی۔ تیسرے دن پھر حضرت علیؓ آئے اس کے پاس قیام کیا اور فرمایا۔ کیا آپ اپنی آمد کا سبب ہمیں بتائیں گے۔ ابوذرؓ نے کہا اگر آپ یہ وعدہ کریں کہ کسی سے ذکر نہیں کرینگے اور میری رہنمائی کریں گے تو بات کرتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے وعدہ کیا تو ابوذرؓ نے اپنے مکہ آنے کا باعث بیان کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا وہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سچے ہیں اور خدا کے رسول ہیں۔ صبح میں آؤں گا تم میرے پیچھے پیچھے چلے آنا۔ اگر مجھے کوئی شبہ گزرا کہ ہمیں کوئی تاڑ رہا ہے تو میں اس طرح رک جاؤں گا گویا مجھے کوئی کام ہے۔ پیشاب کی حاجت ہے۔ جب میں چل پڑوں تو آپ میرے پیچھے آتے جائیں اور جس گھر میں جاؤں آپ بھی اس میں داخل ہو جائیں۔ ابوذرؓ نے اسی طرح کیا۔ حضرت علیؓ کے پیچھے پیچھے چلتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضور کے ارشادات سنے اور اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ابوذر اب جاؤ اپنے قبیلہ کو اس پیغام سے آگاہ کرو (بخاری جلد ا باب اسلام ابی ذرؓ)۔

ابوذرؓ نے عرض کی بخدا اب تو میں ببانگ دھل ان کو یہ پیغام سناؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت سے روانہ ہو کر سیدھے خانہ کعبہ آئے۔ اور مشرکین قریش کے سامنے بلند آواز سے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے پیغمبر ہیں۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۵۴۴-۵۴۵ باب اسلام ابی ذرؓ)

یہ سننا تھا کہ مشرکین مکہ کھڑے ہو گئے۔ اتنا مارا کہ زمین پر بچھا دیا۔ حضرت عباسؓ نے یہ ماجرا دیکھا تو ابو ذرؓ کے اوپر لیٹ گئے اور کہا تمہارا برا ہو تم جانتے نہیں کہ یہ غفار قبیلہ سے ہے۔ شام کی طرف تمہارے تجارتی قافلے جاتے ہیں۔ یہ تمہارا راستہ بند کردیں گے اس روز انہوں نے چھوڑ دیا۔ اگلے روز پھر یہی ماجرا ہوا۔ پھر حضرت عباسؓ نے ابوذرؓ کو چھڑایا۔ مسلم میں ہے کہ ابوذرؓ کی تبلیغ سے غفار کا آدھا قبیلہ ایمان لے آیا۔ (مسلم کتاب الفضائل باب فضیلہ ابوذرؓ)

اس واقعہ سے دعوت الی اللہ میں حضرت علیؓ کی ذہانت اور موقعہ شناسی بھی واضح ہے اور شغف اور احتیاط بھی۔ بچپن میں یہ مومنانہ بصیرت یقیناً خدا کی دین ہے۔ یوتیہ من یشاء

۹ھ کو حضرت ابوبکرؓ کو جب حجاج کا امیر بنا کر بھجوایا گیا تو سورت براۃ کے نزول پر اس کا اعلان کرنے کے لئے احکام خداوندی پہنچانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علیؓ کو بھجوایا۔ اور حضرت علیؓ سے فرمایا تھا یہ میری طرف سے مرے خاندان کے کسی فرد کو ہی فریضہ ادا کرنا چاہیئے۔ (السیرۃ النبویہ جلد ۴ صفحہ ۶۹) چنانچہ منیٰ کے میدان میں حضرت علیؓ نے یہ اعلان لوگوں کو سنایا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ عرفہ کے دن یہ اعلان کیا گیا۔ (السیرۃ النبویہ جلد ۴ صفحہ ۷۰-۷۳)

اور جب اس سال مختلف علاقوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں وفود حاضر ہوتے رہے تو جہاں ان وفود سے گفت و شنید میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ اور دوسرے صحابہؓ کا ذکر آتا ہے وہاں حضرت علیؓ کا بھی ذکر آتا ہے۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۰۲ زیر حالات وفد اہل نجران)

اہل نجران جو عیسائی تھے۔ ان کا وفد بڑا اہم وفد تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی ان سے گفتگو فرمائی۔ ان کے ذکر میں حضرت علیؓ کا ذکر سیرت. تاریخ کی کتب میں موجود ہے اور یمن کی طرف بھی حضرت علیؓ کے پیغام حق پہنچانے کے لئے جانے کا ذکر آتا ہے۔ (السیرۃ النبویہ جلد ۴ صفحہ ۱۲۳) اور عدی بن حاتم طئی کا وفد جب آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم کو حضرت علیؓ سے گفتگو کرنے کا ارشاد فرمایا۔ (السیرۃ النبویہ جلد ۴ صفحہ ۱۲۴ زیر عنوان قصہ عدی بن حاتم الطائی)

یمن کی طرف جب حضرت علیؓ کو بھجوایا تو سیرت کی کتب میں ذکر ہے کہ آپ کو اہل یمن کو دین کی تعلیم کے لئے اور ان کے فرائض سکھانے کے لئے بھجوایا۔ (السیرۃ النبویہ جلد ۴ صفحہ ۱۴۹ زیر عنوان قُدُومُ رُسُولِ مُلُوکِ حِمْیَرَ اِلٰی رَسُول صلی اللہ علیہ وسلم)۔

سیرت کی کتب سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی علاقہ یا قبیلہ کی طرف کوئی وفد بھیجتے تو اسے ہدایت فرماتے کہ اسے پہلے دین حق کی دعوت دینا۔ چنانچہ دس ہجری میں جب خالدؓ بن ولید کو نجران بنو حارث بن کعب کی طرف بھیجا تو فرمایا وہاں پہلے تین دن تک ان کو دین حق کی دعوت دینا۔ سیرت النبویہ میں اسماعیل بن کثیر اس وفد کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ نجران میں بنو کعب کے لوگ دین حق قبول کر کے مسلمان ہو گئے۔ اس لئے حضرت خالد انہیں قرآن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سکھانے کے لئے ٹھہر گئے۔ (السیرۃ النبویہ جلد ۴ صفحہ ۱۸۸ زیر عنوان بعث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خالد بن ولیدؓ)

چنانچہ ان کا پھر ایک وفد حضور کی خدمت میں حاضر بھی ہوا۔ خالد بن ولید کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا مکتوب دے کر علیؓ کو یمن بھجوایا۔ (السیرۃ النبویہ جلد ۴ صفحہ ۲۰۱)

سیرت کی کتب میں ہے کہ خالدؓ کی دعوت الی اللہ کا جواب انہوں نے اثبات میں نہ دیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بھجوایا۔ تو حضرت علیؓ نے وہاں پہنچ کر پہلے نماز باجماعت ادا کی پھر قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے بعد انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط سنایا۔ جس پر ہمدان قبیلہ سارے کا سارا ایمان لے آیا۔ حضرت علیؓ نے اس سارے واقعہ کی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھجوائی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے حضور سجدہ ریز ہوگئے۔ سجدہ سے سر اٹھایا تو فرمایا السلام علی ہمدان۔ السلام علی ہمدان۔ (السیرۃ النبویہ جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۲۰۳)

ہمدان پر سلامتی ہو۔ ہمدان پر سلامتی ہو۔

یہیں سے پھر حضرت علیؓ حجۃ الوداع میں شرکت کے لئے مکہ روانہ ہوئے۔ (السیرۃ النبویہ جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۲۰۴)

یمن کے قیام کے دوران حضرت علیؓ کے بعض فیصلہ جات کا بھی ذکر سیرت کی کتب میں آتا ہے۔ ان میں سے ایک فیصلہ کی اپیل جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کے فیصلے کو قائم رکھا۔ (السیرۃ النبویہ جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۲۱۰) جب کہ آپ نوعمر تھے۔ یعنی بتیس یا تینتیس کے سن کے تھے۔

سچے اور حقیقی خادم کے بارہ اوصاف

اخلاق فاضلہ، حلم، کرم، عفت، تواضع، انکسار، خاکساری، پاک باطنی، ہمدردی مخلوق، اکل حلال، صدق مقال، پرہیزگاری۔

(فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث)

دعوت الی اللہ کے گر

دُعا اور استغفار

(مُرسلہ:۔ مکرم ظفر اقبال ساہی صاحب)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے پہلے جانشین حضرت مولانا نور الدین صاحب نور اللہ مرقدہ کا زمانہ تھا۔ آپ نے حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کو ارشاد فرمایا کہ مڈھ رانجھا ضلع سرگودھا (اس وقت ضلع شاہ پور تھا) پہنچیں کیونکہ وہاں ایک مباحثہ ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ راستہ میں دعا اور استغفار پر خاص زور دیں۔

حضرت مولانا حسب ارشاد وہاں پہنچ گئے تو مقامی احباب جماعت نے بتایا کہ ان کے علاقہ میں مولوی شیر عالم صاحب بار بار احمدیوں کو مباحثہ کا چیلنج دے رہے ہیں مگر چونکہ اس علاقہ میں کوئی بڑا احمدی عالم نہیں اس لئے مرکز سے آپ کو بلوایا گیا ہے۔

مباحثہ کی شرائط یہ طے پائیں کہ پہلے حضرت مولانا راجیکی صاحب اپنے دلائل از روئے قرآن پیش کریں اور پھر مولوی شیر عالم صاحب ان کو قرآن سے غلط ثابت کریں۔ طریق یہ مقرر ہوا کہ پہلے دونوں مناظر اپنے اپنے موضوع پر اردو میں مضمون لکھ لیں اور پھر مناسب تشریح کے ساتھ حاضرین کو اردو یا پنجابی میں سنا دیں۔

چنانچہ دونوں مناظروں نے پہلے اپنے مضامین تحریر کئے اور پھر پولیس کی نگرانی میں حاضرین کو سنانے کی کاروائی شروع ہوئی۔ اس وقت ہزارہا لوگ جمع تھے۔

حضرت مولانا راجیکی صاحب نے پہلے مضمون پڑھنا تھا۔ آپ نے مضمون شروع کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ کے حضور نصرت الٰہی کے حصول کے لئے خاص طور پر دعا کی۔ جس پر آپ کو خدا کی طرف سے سکینت و اطمینان بخشا گیا۔ اور دعا کرتے ہوئے آپ کے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ مضمون پڑھنے سے پہلے خدا کے حضور ان الفاظ میں دعا کی جائے کہ

"اے ہمارے علیم و حکیم اور قادر و متصرف خدا! اگر تیرے نزدیک میرا یہ پرچہ اور اس کا مضمون تیری رضا کے مطابق ہے تو مجھے اس کو سنانے اور سمجھانے کی توفیق عطا فرما اور حاضرین اور سامعین کو سننے، سمجھنے اور حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اگر یہ پرچہ تیری رضا کے خلاف ہے تو نہ ہی مجھے اس پرچہ کے سنانے اور سمجھانے کی توفیق ملے اور نہ حاضرین کو سننے کی توفیق ملے"

چنانچہ حضرت مولوی صاحب نے تقریر کے شروع میں کہا کہ چونکہ اس بحث کا تعلق دین اور ایمان سے ہے اور معاملہ بہت نازک ہے اس لئے ہم دونوں مناظروں کی طرف سے مندرجہ بالا الفاظ میں دعا کی جائے جس پر سب حاضرین آمین کہیں۔

چنانچہ مولانا راجیکی صاحب نے اپنا مضمون تشریح کے ساتھ پڑھنا شروع کیا اور خدا تعالیٰ نے آپکے دل میں انشراح اور زبان میں خاص فصاحت اور بلاغت بخشی اور ۴ گھنٹے تک مدلل اور پراثر تقریر کی جسکو سب حاضرین نے پوری توجہ اور دلچسپی سے سنا۔

اس کے بعد مولوی شیر عالم صاحب نے بھی مندرجہ بالا الفاظ میں مذکورہ دعا کر کے تقریر شروع کی لیکن ابھی دو چار منٹ ہی گزرے تھے کہ حاضرین کی ایک بڑی تعداد یہ کہہ کر اٹھ گئی کہ باتیں تو ہم نے پہلے بھی سنی ہوئی ہیں کوئی نئی بات نہیں۔ یہاں تک کہ گیارہ منٹ بعد سوائے حضرت مولانا راجیکی صاحب اور ان کے دو احمدی ساتھیوں کے علاوہ سب سامعین چلے گئے اور پولیس بھی چلی گئے۔

مولوی شیر عالم صاحب یہ منظر دیکھ کر حسرت سے کہنے لگے کہ اب تو سب جا چکے ہیں مضمون کس کو سناؤں۔ حضرت راجیکی صاحب نے کہا کہ ہم تو حسب وعدہ آپ کا مضمون سننے کے لئے تیار ہیں مگر مولوی صاحب آمادہ نہ ہوئے۔

اس پر حضرت مولانا راجیکی صاحب نے مولوی شیر عالم صاحب کو دعا کے الفاظ یاد کرائے اور بتایا کہ یہ بھی ایک خدائی نشان ہے کہ خدا نے لوگوں کے دلوں کو میری طرف اور میری تقریر کی طرف متوجہ کیا اور آپ کی بات بھی نہیں سننے دی۔

یہ بات سن کر مولوی شیر عالم صاحب وہاں سے چلے گئے اور ندامت کی وجہ سے قصبہ کے اندر بھی نہیں گئے۔

اس واقعہ کی وجہ سے مڈھ رانجھا میں گھر گھر احمدیت کا چرچا ہوا اور آٹھ افراد نے فوری طور پر جماعت میں شامل ہونے کا اعلان کیا۔

(حیات قدسی جلد سوم صفحہ ۳۰)

بقیہ از صفحہ ۳۱

محرک ہو وہاں اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ عورت بے پردگی کے نام پر خود کو خوبصورت بنا کر تعلقات استوار کرتی ہے۔ رمز و کنایہ اور بے تکلف نمائش سے بدی کے راستے کھولنے کا سبب بن جاتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ عورتوں کو جکڑنے کی اجازت نہیں دیتا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ لیکن جو ان پابندیوں سے آگے بڑھتی ہیں وہ بحث کرتی ہیں نہ میں ان سے بحث کر سکتا ہوں اور نہ جماعت والے بحث کر سکتے ہیں ان سے خدا تعالیٰ ہی بحث کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بدی سے اور اس کے ہولناک بد نتائج سے بچائے۔ (اقتباسات از خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ نومبر ۹۲ء بحوالہ الفضل ۱۵ نومبر ۹۲ء)

تیرے کوچے میں بکھر جاؤں اگر! حادثہ اک یہ بھی کر جاؤں اگر!

اپنی غزلوں کو سجا کر طشت میں تیرے دروازے پہ دھر جاؤں اگر!

عہد کی تصویر کو کرکے خفا اس میں کوئی رنگ بھر جاؤں اگر!

میں ترا ہی عکس ہوں لیکن ترے پاس سے ہو کر گزر جاؤں اگر!

واپس آجاؤں میں اپنے آپ میں اپنی آہٹ سے نہ ڈر جاؤں اگر!

کیوں بلا بھیجا تھا اتنے پیار سے اب کبھی واپس نہ گھر جاؤں اگر!

تجھ سے ملنا تو انوکھی بات ہے خود سے مل کر بھی مکر جاؤں اگر!

حادثہ ہو جائے شہرِ ذات میں اس ٹریفک میں ٹھہر جاؤں اگر!

کوئی سمجھے گا نہ اب میری زباں لوٹ کر بار دگر جاؤں اگر!

عشق کے میدان میں کھا کر شکست عقل کی بازی بھی ہر جاؤں اگر!

جی اٹھوں مضطر ہمیشہ کے لئے مسکرا کر آج مر جاؤں اگر!

(جناب چوہدری محمد علی صاحب)

سیرتِ نُور

عشقِ قرآن۔ اطاعتِ امام۔ آپکی فراست اور طبابت

(مکرم محمد محمود طاہر صاحب ایم اے ابلاغیات بہاولپور یونیورسٹی)

حضرت مسیح موعود سے عشق اور محبت

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو حضرت مسیح موعود... کے ساتھ والہانہ عشق و محبت اور آپ کی اطاعت تھی۔ آپ نے حضرت اقدس... کی تحریر پڑھ کر ملاحظہ کرلی ہے۔ اس کی ایک مختصر جھلک حضرت خلیفہ اول کی زندگی میں دیکھتے ہیں۔

حضرت خلیفہ المسیح الاول نے اگست ۱۸۹۳ء میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی شان میں ایک عربی مضمون اور قصیدہ لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے۔ فرمایا:۔

"جب میں نے موجودہ زمانے کے مقاصد دیکھے

"جب سے میں خدا تعالیٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں اور حیّ و قیوم کی طرف سے زندہ کیا گیا ہوں دین کے چیدہ چیدہ مددگاروں کی طرف سے شوق کرتا رہا ہوں اور وہ شوق اس شوق سے بڑھ کر ہے جو ایک پیاسے کو پانی کی طرف ہوتا ہے اور میں دن رات خدائے تعالیٰ کے حضور چلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے میرے رب میرا کون ناصر و مددگار ہے۔ میں تنہا ہوں۔ پس جب دعا کا ہاتھ پے در پے اٹھا اور آسمان کی فضا میری دعاؤں سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دعاؤں کو قبول کیا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص .... عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے اور میرے ان مخلص دوستوں کا خلاصہ ہے جو دین کے بارہ میں میرے دوست ہیں۔ اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے.......

اور وہ ہر ایک امر میں میری اسطرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے اور میں اسکو اپنی رضا میں فانیوں کی طرح دیکھتا ہوں"۔ (آئینہ کمالات اسلام ترجمہ از عربی عبارت)

تو میں مجدد الزماں کی تلاش میں بیت اللہ شریف تک پہنچا۔ اس مقدس زمین میں کئی بزرگوں کو زہد و تقویٰ میں بہت بڑھا ہوا پایا مگر ان میں سے کسی کو بھی مخالفین اسلام کے مقابلہ کی طرف توجہ نہ تھی حالانکہ میں خود ہندوستان میں دیکھ چکا تھا کہ لاکھوں طلباء علوم دین چھوڑ کر اس کے مقابل انگریزی علوم کو ترجیح دے رہے ہیں۔ کروڑوں کتابیں دشمنان اسلام کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے مقابلہ میں شائع ہو چکی تھیں۔ میں کسی صادق کی آواز کا منتظر تھا کہ ناگاہ حضرت مؤلف براہین احمدیہ (مہدی زمان و مسیح دوراں) کی بشارت پہنچی۔ پس میں حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی فراست سے معلوم کر لیا کہ آپ ہی موعود اور حکم و عدل ہیں اور آپ ہی کو خدا نے تجدید امت کے مقام پر کھڑا کیا ہے۔ اس پر میں نے خدا کی آواز پر لبیک کہی اور اس کے احسان عظیم پر سجدات شکر بجالایا اور آپ کے غلاموں میں شامل ہو گیا''۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۱۵۵)

آپ کو حضرت مسیح موعود.... کے ساتھ جو عشق تھا اور جس طرح آپ حضور کی اطاعت کرتے تھے اس کی ایک نمایاں جھلک اس واقعہ سے ملتی ہے جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اپنی کتاب سلسلہ احمدیہ میں بیان فرماتے ہیں:-

''حضرت خلیفہ اول کے دل میں حضرت مسیح موعود.... کی اطاعت کا جذبہ اس قدر غالب تھا کہ ایک دفعہ جب ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود.... دہلی تشریف لے گئے اور وہاں سے ہمارے نانا جان مرحوم یعنی حضرت میر ناصر نواب صاحب بیمار ہو گئے تو ان کے علاج کے لئے حضرت مسیح موعود... نے حضرت مولوی صاحب کو قادیان میں تار بھجوائی کہ بلا توقف دہلی چلے آئیں۔ جب یہ تار قادیان پہنچی تو حضرت مولوی صاحب اپنے مطب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس تار کے پہنچتے ہی آپ بلا توقف وہیں اٹھ سے کر بغیر گھر گئے اور بغیر کوئی سامان یا زاد راہ لئے سیدھے بٹالہ کی طرف روانہ ہو گئے جو ان دنوں قادیان کا ریلوے سٹیشن تھا۔ کسی نے عرض کیا حضرت بلا توقف آنے کا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ آپ گھر جا کر سامان بھی نہ لیں اور اتنے لمبے سفر پر یوں خالی ہاتھ روانہ ہو جائیں۔ فرمایا امام کا حکم ہے کہ بلا توقف چلے آؤ۔ اس لئے میں ایک منٹ کے توقف کو بھی گناہ خیال کرتا ہوں اور خدا خود میرا کفیل ہوگا۔ خدا نے بھی اس نقطے کو ایسا نوازا کہ بٹالہ کے اسٹیشن پر ایک متمول مریض مل گیا جس نے آپ کا بڑا اکرام کیا اور دہلی کا ٹکٹ خرید کر دینے کے علاوہ ایک معقول رقم بھی پیش کی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے اگر حضرت مسیح موعود... مجھے ارشاد فرمائیں کہ اپنی لڑکی کسی چوڑے کے ساتھ بیاہ دو تو بخدا مجھے ایک سیکنڈ کے لئے بھی تامل نہ ہو''۔ (سلسلہ احمدیہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب)

عشق قرآن

حضرت خلیفہ المسیح الاول کی سیرت کا ایک اور

نمایاں پہلو آپ کا قرآن کریم سے بے انتہا عشق ہے اور کلام اللہ سے یہ عشق آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔ آپ کی گیارھویں پشت تک متواتر حفاظ قرآن کا سلسلہ چلا آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود.... آپ کی قرآن کریم کے ساتھ والہانہ محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''جس طرح ان کے (حضرت خلیفہ اول) دل میں قرآن کریم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے ایسی محبت کسی اور دل میں نہیں دیکھتا۔ آپ قرآن کے عاشق ہیں اور آپ کے چہرہ پر آیات مبین کی محبت ٹپکتی ہے۔ آپ کے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نور ڈالے جاتے ہیں۔ پس آپ نوروں کے ساتھ قرآن شریف کے وہ دقائق دکھاتے ہیں جو نہایت بعیدہ اور پوشیدہ ہوتے ہیں..... آپ کی فطرت کے لئے خدا تعالیٰ کے کلام سے پوری مناسبت ہے۔ خدا تعالیٰ کے کلام میں بے شمار خزانے ہیں جو اس بزرگ جوان کے لئے ودیعت رکھے گئے ہیں''۔

(ترجمہ از آئینہ کمالات اسلام عربی حصہ صفحہ ۵۸۶)

پھر فرماتے ہیں:۔

''اس کو قرآن کریم کے دقائق استخراج میں اور فرقان حمید کے حقائق کے خزانوں کو پھیلانے میں عجیب ملکہ ہے..... جب کبھی وہ کلام اللہ کی تاویل کی طرف توجہ کرتا ہے تو اسرار کا منبع کھولتا ہے اور لطائف کے چشمے بہاتا ہے اور عجیب و غریب معارف ظاہر کرتا ہے جو پردوں کے نیچے ہوتے ہیں۔ دقائق کے ذرات کی تحقیق کرتا ہے اور حقائق کی جڑوں تک پہنچ کر کھلا کھلا نور لاتا ہے''۔

(آئینہ کمالات اسلام ترجمہ از عربی عبارت)

آئیے اب داستان عشق بزبان عاشق سُنیئے:

آپ فرماتے ہیں:۔

''قرآن مجید کے ساتھ مجھ کو اس قدر محبت ہے کہ بعض وقت تو حروف کے گول گول دوائر مجھے زلف محبوب نظر آتے ہیں اور میرے منہ سے قرآن کا ایک دریا رواں ہوتا ہے اور میرے سینہ میں قرآن کا ایک باغ لگا ہوا ہے۔ بعض دفعہ تو میں حیران ہو جاتا ہوں کہ کس طرح اس کے معارف بیان کروں''۔

ایک دفعہ فرمایا:۔

''خدا تعالیٰ بہشت اور حشر میں نعمتیں دے تو میں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں گا تا حشر کے میدان میں بھی اور بہشت میں بھی قرآن شریف پڑھوں، پڑھاؤں، اور سناؤں''۔

فرمایا:۔

''میں نے قرآن بہت پڑھا ہے اب تو میری غذا ہے۔ اگر آٹھ پہر میں خود نہ پڑھوں اور نہ پڑھاؤں اور میرا بیٹا میرے سامنے آکر نہ پڑھے تو میں اس کا وجود بھی نہیں سمجھتا۔ سونے سے پہلے وہ آدھ پارہ مجھے سنا دیتا ہے۔ غرض میں قرآن کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ میری غذا ہے''۔

ایک بار ختم قرآن کے موقعہ پر آپ درس دینے

کے لئے کھڑے ہوئے۔ سامنے ایک بڑی چادر میں بتاشے رکھ دیئے گئے۔ آپ نے درس دیتے ہوئے فرمایا:-

"ان کو اٹھالو۔ تمہیں ختم قرآن کی خوشی ہے اور نورالدین کو غم ہے کہ پھر زندگی میں قرآن مجید ختم کرنا نصیب ہوگا یا نہیں"۔

عاشق اپنے معشوق کو جتنا دیکھتا ہے اس کا شوق دید اور بڑھتا ہے اور اس کی آنکھ بھرتی نہیں اور چاہتی ہے دیکھتی ہی رہے۔ چنانچہ عاشق قرآن فرماتے ہیں:-

"میں قرآن کریم کو دن میں کئی بار پڑھتا ہوں مگر میری روح کبھی سیر نہیں ہوتی۔ یہ شفا ہے، رحمت ہے، نور ہے، ہدایت ہے،"

قرآن کریم کے لئے غیرت بھی آپ کو بے حد درجہ تھی۔ اس کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو:-

"ایک مرتبہ ایک طالب علم نے قرآن کریم پر دوات رکھ دی۔ آپ اس کی اس حرکت پر دیکھ کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا میاں! اگر تمہارے منہ پر کوئی شخص گوبر اٹھا کر دے مارے تو تمہیں کیسا برا لگے گا۔ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ ہمیشہ اس کا ادب ملحوظ خاطر رکھو اور اس کے اوپر کوئی چیز نہ رکھو۔ سب سے بالا یہی کلام رہنا چاہیئے"۔

قرآن کریم سے سیدنا حضرت نورالدین کے عشق و محبت کی یہ داستان نہ ختم ہونے والی ہے اور اتنی طویل ہے کہ اس کا مکمل بیان احاطہ تحریر میں لانا سمندر کی وسعتوں کا احاطہ کرنے کے مترادف ہے اور اس کا اعتراف غیروں نے بھی کیا۔ چنانچہ ایڈیٹر "الہلال" مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:-

"حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی ثم قادیانی وہ علامہ دہر تھے جن کی ساری عمر قرآن شریف کے پڑھنے اور پڑھانے میں گذری"۔

ایک اور اخبار "مسافر آگرہ" نے آپ کی وفات پر لکھا:-

"...... ان کے دل میں اشاعت ...... (دین حق۔ ناقل) کا بڑا درد اور قرآن شریف کے پڑھنے پڑھانے سے خاص محبت تھی..."

اخبار "میونسپل گزٹ" آپ کے عشق قرآن کا اس طرح اقرار کرتا ہے

"........ کلام اللہ سے جو آپ کو عشق تھا وہ غالباً بہت کم عالموں کو ہوگا اور جس طرح آپ نے عمر کا آخری حصہ احمدی جماعت پر صرف قرآن مجید کے حقائق آشکارا فرمانے میں گزارا بہت کم عالم اپنے حلقہ میں ایسا کرتے ہوئے پائیں جائیں گے...." (بحوالہ حیات نور صفحہ ۷۴۹-۷۵۰)

فراست اور جامع کلامی

حضرت سیدنا نورالدین خلیفہ المسیح الاول کو خدا تعالیٰ نے گوناگوں خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ کی ان خوبیوں میں سے ایک نمایاں وصف آپ کا انداز تکلم تھا۔ آپ کی گفتگو بڑی مختصر لیکن برجستہ ہوتی جس میں معانی کا ایک بحر عمیق پنہاں ہوتا۔ آپ کی یک جنبش

لب ہزاروں تقریروں پر حاوی ہوتی تھی۔ آپ نے مناظرہ کا رنگ بدلا اور لمبے لمبے اعتراضوں کے جواب آپ چند لفظوں یا جملوں میں یوں بیان فرماتے کہ سننے والے مبہوت ہو کر رہ جاتے۔ اس خوبی کے بے شمار نمونے آپ کی سوانح حیات میں درج ہیں جو بے نظیر دلائل و براہین کا مرقع ہیں۔ ان میں سے چند بطور نمونہ پیش ہیں۔ یہ واقعات خود حضور کے اپنے الفاظ میں بیان کئے جاتے ہیں۔

حضور فرماتے ہیں:۔

"ایک وکیل نے مجھ سے دریافت کیا کہ ہستی باری تعالیٰ کی دلیل کیا ہے؟ میں نے کہا تمہاری کوئی جماعت ہے؟ کہا نہیں۔ میں نے کہا تم کسی کے ہادی ہو؟ کہا نہیں۔ میں نے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ جھوٹے مشہور ہو جاؤ؟ کہا نہیں۔ میں نے کہا تم جیسا لچر آدمی بھی جھوٹا کہلانا پسند نہیں کرتا تو بھلا یہ انبیاء کرام کی تمام جماعت کیسے گوارا کر سکتی تھی کہ وہ جھوٹ بولیں۔ پھر مشرق سے مغرب تک، شمال سے لے کر جنوب تک اور ہر زمانہ کے نبی متفق ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم سے مکالمہ کرتا ہے"۔ (حیات نور)

ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے حضور لکھتے ہیں:۔

"ایک دفعہ مہاراجہ کشمیر نے مجھ سے کہا کہ کیوں مولوی جی تم ہم کو کہتے ہو کہ تم سور کھاتے ہو اس لئے بے جا حملہ کر بیٹھتے ہو۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ انگریز بھی تو سور کھاتے ہیں وہ کیوں اس طرح ناعاقبت اندیشی سے حملہ نہیں کرتے۔ میں نے کہا وہ ساتھ گائے کا گوشت بھی کھاتے رہتے ہیں اس لئے اصلاح ہو جاتی ہے۔ یہ سن کر خاموش ہی ہوگئے اور پھر دو برس تک مجھ سے کوئی مذہبی مباحثہ نہ کیا"۔ (حیات نور)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظیم فہم و فراست سے بھی نوازا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں:۔

"نظم سے تو نہیں مگر میں کسی مصنف کی نثر کا ایک ورق پڑھ کر اس کے حالات معلوم کر جاتا ہوں کہ اس کا مذہب کیا ہے، بیوی بچوں، دوستوں، دشمنوں سے اس کے تعلقات کیا ہیں"۔ (حیات نور صفحہ ۳۸)

آپ کی فراست کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"میں رام پور میں جن حکیم صاحب سے طب پڑھتا تھا وہ بڑے آدمی تھے اور ان کے یہاں بہت سے مہمان لکھنو وغیرہ کے پڑے رہتے تھے۔ وہیں مرزا رجب علی بیگ سرور مصنف "فسانہ عجائب" بھی جو بہت بوڑھے تھے رہتے تھے۔ میں نے ایک دن ان سے کہا کہ مرزا صاحب مجھ کو اپنی کتاب فسانہ عجائب پڑھا دو۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ میں نے ایک یا دو صفحہ پڑھا تھا کہ یہ فقرہ آیا کہ ادھر مولوی ظہور اللہ و مولوی محمد مبین اور اُدھر مولوی تقی الدین و میر محمد مجتہد وغیرہ۔ میں نے اس فقرہ پر پہنچ کر ان سے کہا کہ مرزا صاحب یہ بتائیں کہ آپ سنی کیسے ہوئے؟..... نہایت حیران اور متعجب ہو کر کہنے لگے کہ تم نے کیسے معلوم کر لیا کہ میں سنی ہوں۔ میں نے کہا آپ کو اس سے کیا؟ آپ ہیں تو سنی۔ یہ بتا دیجئے کس طرح سنی ہوئے۔

انہوں نے کہا تم اول بتاؤ کہ میرا سنی ہونا کس طرح معلوم کیا؟ میں نے کہا "اِدھر" کا لفظ اپنی طرف اشارہ ہے۔ آپ نے اِدھر کے لفظ کے ساتھ سنی مولویوں کے نام لکھے اور جب لکھا ہے "اُدھر" تو اُدھر کے ساتھ شیعوں کے نام لکھے ہیں۔ دلیل اس بات کی ہے کہ آپ سنی ہیں"۔ (حیات نور صفحہ ۳۶)

ایک مرتبہ آپ لاہور تشریف لائے۔ ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال ان دنوں گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتے تھے۔ کالج کے ایک پروفیسر مسٹر آرنلڈ نے کہا کہ تثلیث کا مسئلہ کسی ایشیائی دماغ میں آ ہی نہیں سکتا۔ ڈاکٹر اقبال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پروفیسر آرنلڈ کی یہ بات سنا کر جواب کے طالب ہوئے۔ آپ نے فرمایا پروفیسر صاحب کو جا کر لکھیں کہ اگر آپ کا یہ دعویٰ صحیح ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے حواری بھی اس مسئلہ کو نہیں سمجھے ہوں گے کیونکہ وہ بھی ایشیائی ہی تھے"۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ ۲۲۸)

مندرجہ بالا واقعات سے حضرت خلیفہ المسیح الاول کا انداز تکلم اور آپ کی خداداد فراست کی خوبیاں ہمارے سامنے عیاں ہیں جو ہمارے لئے مشعلِ راہ بھی ہیں۔

بلند پایہ طبیب

حضرت حافظ سیدنا حکیم مولانا نورالدین خلیفہ المسیح الاول، حضرت مسیح موعود.... کے عاشق صادق، عالم باعمل اور صوفی بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے کے بلند پایہ طبیب بھی تھے۔ آپ کی طب میں کمال کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رام پور، بھوپال، جموں و کشمیر اور ریاست بہاولپور میں شاہی طبیب رہے۔ جموں و کشمیر جہاں آپ ایک لمبا عرصہ شاہی طبیب رہے۔ وہاں کا راجہ ایک ہندو تھا اور مذہبی تعصب بھی رکھتا تھا۔ اس کے باوجود آپ کو شاہی طبیب رکھنا آپ کے طب میں کمال کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپ صرف ظاہری شہرت کے لحاظ سے ہی اس مقام پر نہیں پہنچے تھے بلکہ کئی لوگوں نے آپ کے فن طبّ کے کمال کا اعتراف کیا ہے۔ آپ کے بنائے ہوئے اور بتائے ہوئے نسخے آج بھی لاکھوں مریضوں کی شفا کا باعث بن رہے ہیں۔

شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی مرحوم نے اپنی بیاض میں اپنے دور کے حاذق اطباء کے تذکرہ میں ہندوستان کے تین حکیموں کو علم اور فن کا مظہر قرار دیا ہے۔ دہلی کے حکیم عبدالمجید خان، لکھنؤ سے حکیم عبدالعزیز خان، اور پنجاب سے حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب۔ (بحوالہ بیاض نورالدین نیا ایڈیشن الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور)

علم طبّ میں آپ کے علم کا اعتراف کنگ ایڈروڈ میڈیکل کالج لاہور کے پرنسپل کرنل سدرلینڈ نے بھی کیا۔ کرنل سدرلینڈ یونانی طب اور اس میں خدمت کرنے والوں کو اہمیت نہیں دیتا تھا۔ جب حضرت

حضرت خلیفۃ المسیح الاول بیمار ہوئے تو علاج کے لئے کرنل سدرلینڈ کو لاہور سے قادیان لایا گیا۔ معائنہ کرنے کے بعد اس نے ازراہ تفنن کہا "مولوی صاحب میں نے سنا ہے کہ آپ حکیم ہیں؟" آپ نے فرمایا "آپ کے غلط سنا ہے۔ حکیم تو خدا کی ذات ہے میں البتہ دکھی انسانوں کو ادویہ کے ذریعہ اطمینان دلانے کی کوشش کرتا ہوں"۔

کرنل سدرلینڈ نے تفریحاً پوچھا کہ اگر آپ جیسی علامات میں کوئی مریض آپ کے مطب میں آجاتا تو آپ اس کی کیا تشخیص کرتے۔ اس گفتگو سے حضور نے محسوس کیا کہ کرنل کا خیال ہے کہ طبّ یونانی کے عاملین ان پڑھ ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے جسم کے ہر نظام پر بیماری کے اثرات کا تفصیلی اظہار شروع کیا۔ آپ نے جسم پر بیماری کے اثرات یعنی مکمل PATHOLOGY بیان کی۔ کرنل سدرلینڈ حیرت زدہ ہوگیا۔ سدرلینڈ کو افسوس تھا کہ اس کے تحقیقی کام کے سلسلہ میں متعدد مسائل حل طلب ہیں۔ کاش وہ حضور سے پہلے کبھی ملا ہوتا۔ کرنل سدرلینڈ جو ایک دن کے سفر پر تیار نہ تھا چار دن تک قادیان میں رہا اور حضور سے طبّ کے بارہ میں سوالات کرتا رہا اور نوٹس لیتا رہا۔ اس نے آپ کے علاج کے پیسے بھی نہ لئے بلکہ نذرانہ پیش کر کے واپس لاہور گیا۔ (بحوالہ بیاض نورالدین نیا ایڈیشن الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور)

آپ کی وفات پر ملک کے طول و عرض میں بے شمار اخبارات نے آپ کو خراج عقیدت پیش کیا اور ہر ایک نے آپ کے جن اوصاف کا ذکر کیا ان میں آپ کی علمیت اور قرآن سے محبت اور آپ کے حاذق طبیب ہونے کا تذکرہ نمایاں تھا۔ آپ کی طبابت اور حکمت کا ذکر کرتے ہوئے اخبار "طبیب" رقمطراز ہے:-

"ہندوستان کے ایک مشہور و معروف طبیب مولوی حاجی حکیم نورالدین صاحب جو علوم دینیہ کے بھی متبحر عالم باعمل تھے .... حکیم صاحب بلحاظ احمدی و غیر احمدی یا مسلم یا غیر مسلم سب کے ساتھ شفقت علی خلق اللہ کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ آپ کے طریق علاج میں یہ چند باتیں خصوصیت سے قابل ذکر رہیں۔

۱۔ یار و اغیار مومن و کافر سب کو ایک نظر سے دیکھنا

۲۔ طبّ یونانی و ویدک کے علاوہ مناسب موقعہ پر ڈاکٹری مجربات سے بھی ابنائے ملک و ملت کو مستفید فرمانا

۳۔ بعض خطرناک امراض کا علاج قرآن شریف سے استخراج کرنا

۴۔ دوا کے ساتھ دعا بھی کرنا

۵۔ علاج معالجہ کے معاملے میں کسی کی دنیوی وجاہت سے مرعوب نہ ہونا

۶۔ مریضوں سے متعلق طمع نہ رکھنا اور آپ کا اعلیٰ درجہ کا توکل و استغناء

۷۔ نادار و مستحق مریضوں کا نہ صرف علاج مفت کرنا بلکہ اپنی گرہ سے بھی ان کی دستگیری و پرورش کرنا خصوصاً طلباء و قرآن و حدیث و طب کی"۔

(بحوالہ حیات نور صفحہ ۷۵۲)

حضرت مسیح موعود..... نے ایک مرتبہ فرمایا کہ:۔

"مولوی صاحب کا وجود از بس غنیمت ہے۔ آپکی تشخیص بہت اعلیٰ ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بیمار کے واسطے دعا بھی کرتے ہیں۔ ایسے طبیب ہر جگہ کہاں مل سکتے ہیں" (بحوالہ حیات نور صفحہ ۳۰۳)

حضرت خلیفہ المسیح الاول کی سیرت کی یہ چند جھلکیاں تھیں جن کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آخر میں خداتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور کی سیرت حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں وہ معارف قرآن عطا فرمائے جو حضور کو عطا کئے گئے تھے۔ ہمیں توکل کے اس اعلیٰ مقام کے حصول کی توفیق دے جس پر حضرت خلیفہ المسیح الاول فائز تھے۔ ہم میں اطاعت امام کا وہ مادہ پیدا کردے جو سیدنا نورالدین کے نفس پاک میں تھا۔ اور ہم میں قرآن کریم کی وہ والہانہ محبت اور عشق پیدا کردے جو حضرت خلیفہ المسیح الاول کے دل میں تھا۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین

درخواستِ دُعا

اسیرانِ راہ مولیٰ عرصہ دراز سے محض للہ قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا ہیں نیز ان کے جملہ لواحقین محض اس وجہ سے پریشانیوں اور مشکلات میں ہیں۔

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ اپنے ان اسیر بھائیوں کو اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں اور اسیران کے جملہ عزیزان کے لیئے بھی دُعا فرمائیں کہ انہیں ان پریشانیوں اور ابتلاؤں سے جلد نجات دے۔ (قیادت خدام الاحمدیہ ضلع ساہیوال)

بقیہ از صفحہ 28

مادے SEROTONIN کی پیدائش کے عمل کو شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے زیادہ کاربو ہائیڈریٹس کھانے سے آپ زیادہ پرسکون نہیں ہوں گے بلکہ موٹاپا پیدا ہوگا۔

صحیح خوراک صحیح طور پر کھانے سے آپ کی ذہنی کیفیت میں نمایاں فرق پڑ سکتا ہے۔ لیکن بعض لوگ بجائے اس کے ادویات وغیرہ سے ذہن کے عمل کو تیز کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان غیر خالص چیزوں کے بعض نقصانات بھی ہو سکتے ہیں۔ دماغ کی کیمسٹری میں ایک باریک اور لطیف توازن ہے۔ ایک ضروری کیمیائی مادے کی زیادتی دوسرے مادے میں کمی کا باعث بن سکتی ہے۔ پس بہترین بات یہ ہے کہ گولیوں وغیرہ کی بجائے کھانے سے دماغ کو نشوونما دی جائے۔ مثلاً یہ بات ناممکن ہے کہ عام کھانے وغیرہ سے امائنو ایسڈز کی زیادتی ہو جائے۔ پس قدرتی غذاؤں کے ذریعے ہی یہ سب چیزیں حاصل کریں۔ حالیہ سالوں میں انسان یہ جان چکا ہے کہ دل کے لئے کونسی غذائیں بہتر ہیں۔ یا مثلاً کینسر کے لئے کیا کھانا چاہیئے اور اب ہمیں یہ جاننا چاہیئے کہ دماغ کے لئے کون سے غذائیں ہمیں منتخب کرنی چاہئیں۔

(اس مضمون کا ترجمہ ہمیں محترمہ امۃ الصمد فریحہ کی طرف سے موصول ہوا تھا لیکن اس سے پہلے ہمیں یہ مضمون مل چکا تھا۔ بہر حال ہم ان کے بھی مشکور ہیں)

کیوں نہ آویں زلزلے تقویٰ کی راہ گم ہو گئی

(مضمون نگار:۔ عبد السمیع خان صاحب)

خدا کے زور آور حملے جو زلزلوں کی شکل میں ظاہر ہوئے

ہر سال پانچ لاکھ زلزلے آتے ہیں جن میں سے ایک لاکھ محسوس کئے جاسکتے ہیں اور ایک ہزار نقصان دہ ہوتے ہیں۔
زلزلے کی شدت کو ناپنے کے لئے جو پیمانہ (سکیل) استعمال ہوتا ہے اس کو
RICHTERS MAGNITUDE SCALE کہتے ہیں۔
اس کا نام ڈاکٹر چارلس رچر (۱۹۸۵۔۱۹۰۰ء) کے نام پر رکھا گیا۔
دنیا میں شدت کے اعتبار سے شدید ترین زلزلے جن کا ریکارڈ محفوظ ہے چار آئے ہیں۔

۱۔ ۳۱ جنوری ۱۹۰۶ء ایکواڈور　　۸.۶ رچر سکیل
۲۔ ۴ نومبر ۱۹۵۲ء روس　　۸.۱/۴ رچر سکیل
۳۔ ۹ مارچ ۱۹۵۷ء امریکہ　　۷.۳/۴ رچر سکیل
۲۲ مئی ۱۹۶۰ء چلی　　۸.۳ رچر سکیل

جانی ہلاکت کے اعتبار سے ۱۲۰۱ء جولائی کا زلزلہ شمار کیا جاتا ہے جس میں ۱۱ لاکھ انسانی جانیں تلف ہوئیں۔
موجودہ دور میں تباہ کن زلزلہ چین میں ۲۷ جولائی ۱۹۷۶ء کو آیا جس میں سات لاکھ پچاس ہزار جانوں کا ضیاع ہوا۔
(گینس بک آف ریکارڈ ۱۹۹۲ء صفحہ ۳۶)

زمین پر ہر سال پانچ لاکھ زلزلے آتے ہیں جن میں سے بیشتر کا تو ہمیں پتہ ہی نہیں چلتا کیونکہ وہ عموماً غیر آباد اور ویران علاقوں میں آتے ہیں یا اتنے کمزور ہوتے ہیں کہ روزمرہ معمولات میں انہیں محسوس کرنا ممکن نہیں ہوتا اور ان کی خبر باریک بین سائنسی آلات کے ذریعہ ہوتی ہے۔

انسان ۴۰ ہزار زلزلے سائنسی آلات کے بغیر محسوس کرلیتا ہے۔ ان میں سے ۱۰۰۰ زلزلے نقصان دہ

ہوتے ہیں اور سال میں دو چار زلزلے تباہ کن ثابت ہوتے ہیں۔

غضب الٰہی کا نشان

اس مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلے مظاہر قدرت کا ایک حصہ ہیں اور ان کا عمل جاری و ساری ہے۔ لیکن کبھی کبھی خدا کی تقدیر انہی حوادثِ طبعی کو اپنے غضب کا نشان بنا دیتی ہے۔ خصوصاً جب کوئی مامور من اللہ خدا سے خبر پا کر اپنی صداقت کے ثبوت کے طور پر ان مظاہر قدرت کو پیش کرتا ہے تو آگ، پانی، مٹی، ہوا اور ان سے تشکیل پانے والی محدود اور محصور طاقتیں اپنے خول اور حدود سے باہر نکل آتی ہیں اور طوفان مچا دیتی ہیں۔ مذہب کی ایک لمبی تاریخ ان عذابوں کے ذکر سے بھری پڑی ہے۔

زلازل بھی انہی عذابوں میں سے ہیں جو مذہبی ریکارڈ کے مطابق پہلے بھی مامورین زمانہ کے مکذبین کو نیست و نابود کرتے رہے ہیں اور آخری زمانہ میں بھی خصوصیت کے ساتھ ان کے عالمگیر ظہور کی خبر دی گئی ہے۔

الٰہی نوشتوں کی پیشگوئیاں

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی بعثت ثانی کے زمانہ کی جو علامات بیان کی ہیں ان میں سے ایک علامت زلازل بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا

"بڑے بڑے بھونچال آئیں گے اور جا بجا کال اور مری پڑے گی" (لوقا باب ۲۱ آیت ۱۱)

قرآن کریم میں بھی آخری زمانہ کے زلزلوں کے متعلق اشارات موجود ہیں مثلاً سورۃ الزلزال میں عظیم الشان زلزلہ کا ذکر ہے۔ قدیم مفسرین عموماً اس کو قیامت پر چسپاں کرتے ہیں۔ اس سورۃ کا نام سورۃ الزلزلہ بھی ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس سے آخری زمانہ میں آنے والے زلزلوں کا استنباط کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا

یاد کر فرقان سے لفظ زُلْزِلَتْ زِلْزَالَهَا
ایک دن ہوگا وہی جو غیب سے پایا قرار
(درثمین بحوالہ نوٹ بک حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)

احادیث میں تو یہ مضمون کھول کر اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اور امام موعود کے زمانہ میں حقیقی علم کے اٹھ جانے اور کثرت سے زلزلے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الفتن باب نمبر ۲۵ و کتاب الاستسقاء باب ما قیل فی الزلازل)

امام احمد نے اپنی مسند میں یہ حدیث درج کی ہے کہ "کیا میں تمہیں اس مہدی کی بشارت نہ دوں جو میری امت میں مبعوث کیا جائے گا جب کہ لوگوں میں بہت اختلاف ہوں گے (فرقہ پرستی ہوگی) اور زلزلے آئیں گے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد نمبر ۳، صفحہ ۳۷)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی پیش خبری

اس زمانہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی کثرت کے ساتھ زلزلوں کی خبر دی اور آپ نے ان کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا۔ فرمایا

"خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی۔ اور اکثر مقامات زیروزبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی......

......اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶، ۲۵۷)

ایک نظم میں فرماتے ہیں

سونے والو جلد جاگو یہ نہ وقتِ خواب ہے
جو خبر دی وحیٔ حق نے اس سے دل بے تاب ہے
زلزلہ سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیر و زَبر
وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۵۲۵)

ان پیش گوئیوں کے مطابق گزشتہ صدی کے آخری حصّہ سے زلازل کا ایک تباہ کن سلسلہ شروع ہوا اور ان میں سے اکثر ایسے تھے جو ان پیشگوئیوں کی ہو بہو تصویر تھے اور ان کی تباہ کاریاں دیکھ کر یاس کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس وقت کے لوگوں نے اقرار کیا کہ یہ واقعی قیامت خیز زلزلے تھے۔

تین ہزار سالہ تاریخ

ان پیشگوئیوں کے منجانب اللہ ہونے کا ایک اور حیران کن پہلو یہ ہے کہ اگر گذشتہ تین ہزار سالہ زلزلوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ زلزلوں کی کمیّت اور کیفیّت میں ایک لمبے عرصہ میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ خدائی نوشتوں کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے۔

تاریخ زلازل کا ماضی کا ریکارڈ اس طرح ہے کہ ۷۰۰ ق م سے ۹۶ء تک ۱۸۰۰ سال میں ۱۶ بڑے بڑے زلزلے آئے جن کی نسبت ہر ۱۱۲ برس میں ایک زلزلہ کی ہے۔

۹۶ء تا ۱۸۵۰ء تک، ۱۷۵۴ سال کے دوران

۲۰۸ بڑے زلزلے آئے یعنی ہر ۸ برس میں ایک زلزلہ آیا۔ ۱۸۵۰ء تا ۱۸۶۵ء تک ۱۵ سالوں میں ہر سال ایک بڑا زلزلہ آیا۔ ۱۸۶۵ء تا ۱۸۶۸ء کے ۳ برس کے عرصہ میں ہر سال ۵ بڑے بڑے زلزلے آئے۔

(بدر۔ ۳ جولائی ۱۹۱۳ء)

گذشتہ سو سال کا ریکارڈ

اس کے بعد سالانہ بیسیوں بڑے زلازل آنے شروع ہوگئے جن میں سے کئی زلزلے بڑے تباہ کن اور قیامت خیز تھے۔ یہاں پر ہم گذشتہ قریباً ۱۰۰ سال کے تباہ کن زلزلوں کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہیں جو ۱۸۹۱ء سے ۱۹۹۲ء تک کے عرصہ میں آئے۔

ان میں ہزاروں کی تعداد میں انسانی جانیں تلف ہوئیں اور بے تحاشا مالی نقصان ہوا اور جو المناک یادیں یہ زلزلے اپنے پیچھے چھوڑ گئے وہ کئی نسلوں کو لرزاتی رہتی ہیں۔ محتاط اندازوں کے مطابق جو اعداد و شمار مرتب کئے گئے ان کو اختصار کے ساتھ صفحہ 24 پر ملاحظہ فرمائیں۔

❋❋❋❋❋❋
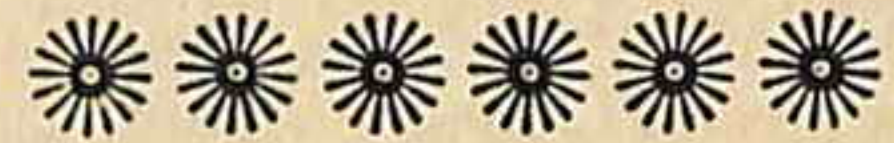
نظام قدرت ثانی کا جب وقت قیام آیا
تو بن کر مظہر اول امام عالی مقام آیا
پر از "نور یقیں" اور نام نورالدین تھا اس کا
وہ عاشق تھا ہر اک لمحہ فنا فی الدین تھا اس کا
وہ کرتا تھا اطاعت حضرت اقدس کی کچھ ایسے
کہ ہر دم "نبض" چلتی ہے نفس کے ساتھ بس جیسے
توکل بر خدا تھا اور حق گوئی میں لاثانی
کسی بد خواہ کی ہرگز نہ اس نے بات کچھ مانی
بہت ہمت سے کی شیرازہ بندی بھی جماعت کی
بہت اس نے حفاظت کی امامت کی امانت کی
حکیم حاذق تھا اس کے پاس تھا ہر درد کا درماں
وفا کا صدق کا پیکر بھی تھا اور حافظ قرآں
بسر ہوتے تھے دن تدریس میں اور درس میں اس کے
سکوں پاتے تھے طالب اور معارف درس میں اس کے
سکون دل کی خاطر آگیا وہ قادیاں میں جب
لٹادی جان و مال و آبرو راہ خدا میں سب
رہ عشق و وفا میں سب رفیقوں میں وہ اول تھا
ہوئی جب بیعت اولیٰ تو اس میں بھی وہ اول تھا
سلام اس پر سنبھالی جس نے کشتی ناخدا ہو کر
سلام اس پر گزاری عمر جس نے با وفا ہو کر

ماہ نومبر 1992ء کا خالد (سالنامہ) اپنے قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ کی معرفت اپنے قائد صاحب ضلع سے حاصل کر کے ممنون فرمائیں۔ (مینیجر)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

نمبر شمار	سال	مقام	نقصان کی تفصیل
1	1891ء	جاپان	8 ہزار اموات، ایک لاکھ 97 ہزار مکانات تباہ۔
2	1897ء	(آسام) ہندوستان	تاریخ آسام کا ہولناک ترین زلزلہ۔
3	مئی۔1902ء	ویسٹ انڈیز	40 ہزار افراد ہلاک ہوئے۔
4	1905ء	(کانگڑہ) ہندوستان	20 ہزار اموات 16 لاکھ مربع میل تک جھٹکے محسوس کئے گئے۔
5	اپریل۔1906ء	(سان فرانسسکو) امریکہ	1000 اموات۔ 20 کروڑ ڈالر کی جائیداد تباہ۔
6	اگست۔1906ء	چلی	1500 اموات۔ 10 کروڑ افراد بے خانماں۔
7	1907ء	جمیکا	1400 اموات۔ 25 کروڑ ڈالر کی جائیداد تباہ۔
8	دسمبر۔1908ء	سسلی	ایک لاکھ ساٹھ ہزار اموات۔
9	ستمبر۔1915ء	اٹلی	50 ہزار اموات۔
10	1917ء	گوئٹے مالا	2500 ہزار اموات۔
11	1918ء	پورٹوریکو	100 اموات۔ 36 کروڑ ڈالر کی املاک تباہ۔
12	دسمبر۔1920ء	چین	ایک لاکھ 80 ہزار اموات۔
13	ستمبر۔1923ء	جاپان	ایک لاکھ 43 ہزار افراد کی ہلاکت۔ صدی کا بہت بڑا زلزلہ۔
14	مئی۔1927ء	چین	2 لاکھ اموات۔
15	دسمبر۔1932ء	چین	70 ہزار اموات۔
16	مئی۔1935ء	(کوئٹہ) پاکستان	60 ہزار اموات۔
17	دسمبر۔1939ء	ترکی	ایک لاکھ اموات۔
18	1939ء	چلی	30 ہزار اموات۔
19	اکتوبر۔1948ء	روس	ایک لاکھ 10 ہزار اموات۔
20	جون۔1960ء	چلی	50 ہزار اموات۔
21	1962ء	ایران	12 ہزار اموات۔
22	1966ء	روس	تاشقند کا بڑا حصہ تباہ ہوگیا۔
23	1968ء	ایران	15 ہزار اموات۔
24	مئی۔1970ء	پیرو	67 ہزار اموات۔
25	دسمبر۔1974ء	پاکستان	6 ہزار اموات۔
26	فروری۔1976ء	گوئٹے مالا	32 ہزار اموات۔
27	جون۔1976ء	انڈونیشیا	8 ہزار اموات۔
28	جولائی۔1976ء	چین	7 لاکھ 50 ہزار اموات۔
29	1978ء	ایران	25 ہزار اموات۔
30	1980ء	الجزائر	70 ہزار اموات۔
31	1980ء	میکسیکو	20 ہزار اموات۔
32	نومبر۔1980ء	اٹلی	45 ہزار اموات۔
33	جولائی۔1981ء	ایران	8 ہزار اموات۔
34	1986ء	السلویڈرو	4 ہزار اموات۔ نقصان اربوں ڈالر میں ہوا۔
	1987ء	(آسام) ہندوستان	تاریخ کا بہت بڑا زلزلہ۔ 3,71,200 کلومیٹر تک اثر۔
	نومبر۔1988ء	چین	600 اموات۔

35	دسمبر۔1988ء	روس	50ہزار اموات۔
36	23جنوری۔1989ء	روس	2ہزار اموات۔
37	17اکتوبر۔1989ء	امریکہ	40ہزار اموات۔
38	21جون۔1990ء	ایران	ایک لاکھ اموات۔
39	یکم فروری۔1991ء	پاکستان افغانستان	ایک ہزار اموات۔
40	12اکتوبر۔1992ء	مصر	500اموات۔ مصر کی 600سالہ تاریخ کا بدترین زلزلہ۔

زور آور حملے

ان زلزلوں کا سلسلہ جاری ہے اور ہر سال ۲، ۳ زلزلے ایسے آتے ہیں جو شور قیامت برپا کر دیتے ہیں اور اس وقت تک آتے رہیں گے جب تک دنیا خدا اور خدا کی طرف سے آنے والوں کو پہچان نہیں لیتی۔ جس طرح خدا نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو خبر دیتے ہوئے فرمایا:۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا، لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"۔ (براہین احمدیہ جلد ۴ صفحہ ۵۵۷)

کیوں نہ آویں زلزلے تقویٰ کی راہ گم ہو گئی (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۵۱)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اسی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائے گا...... خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔

جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔ اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۷)

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار
انبیاء سے بغض بھی اے غافلو اچھا نہیں
دور تر ہٹ جاؤ اس سے ہے یہ شیروں کی کچھار
(درثمین بحوالہ نوٹ بک حضرت مسیح موعود.....)

طبّ و صحّت

متوازن غذا

غذاؤں کا اخلاق اور رُوح پر اثر ہوتا ہے

(مضمون نگار: مکرم محمود احمد اشرف صاحب)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنی شہرہ عالم کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں رقم فرماتے ہیں۔ "ایسا ہی تجربہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ طرح طرح کی غذاؤں کا بھی دماغی اور دلی قوتوں پر ضرور اثر ہے مثلاً ذرا غور سے دیکھنا چاہیئے کہ جو لوگ کبھی گوشت نہیں کھاتے رفتہ رفتہ ان کی شجاعت کی قوت کم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نہایت دل کے کمزور ہو جاتے ہیں اور ایک خداداد اور قابل تعریف قوت کو کھو بیٹھتے ہیں۔ اس کی شہادت خدا کے قانون قدرت سے اس طرح پر بھی ملتی ہے کہ چارپایوں میں سے جس قدر گھاس خور جانور ہیں کوئی بھی ان میں سے وہ شجاعت نہیں رکھتا جو ایک گوشت خور جانور رکھتا ہے۔ پرندوں میں بھی یہی بات مشاہدہ ہوتی ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ اخلاق پر غذاؤں کا اثر ہے..... غذاؤں کا بھی انسان کی روح پر ضرور اثر ہوتا ہے"۔ (روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۰-۳۳۸)

اس تمہید کے ساتھ آپ کی خدمت میں یہ مضمون پیش ہے جو دراصل اس مضمون کا آزاد ترجمہ ہے جو کہ ریڈرز ڈائجسٹ ستمبر ۹۲ء کے صفحہ نمبر ۹۹ پر شائع ہوا ہے۔

یہ بات عام سننے میں آتی ہے کہ بادام کھانے سے ذہن تیز ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مچھلی کا گوشت بھی ذہن کے لئے اچھا ہوتا ہے۔ غذا کے ذہن پر کیا اثرات ہوتے ہیں؟ اس موضوع پر اب ماہرین غذا نے اب کافی تحقیق کی ہے۔ ذہن پر بہت حیران کن حد تک اثرات مترتب کرتی ہے۔ جو چیز آپ اپنے منہ میں ڈالتے ہیں وہ آپ کے موڈ، بیدار مغزی حافظے اور سوچ کے واضح اور صاف ہونے میں تبدیلیاں پیدا کر سکتی ہے۔ ایک ماہر غذا کہتے ہیں یہ چیز بڑی حیران کرنے والی ہے کہ دماغ کی کیمیائی ترکیب اور اس کے افعال اس بات پر منحصر ہوتے ہیں کہ آپ نے کیا کھایا ہے۔ اور یہ کہ کیا آپ نے دوپہر کا کھانا کھایا ہے یا نہیں۔ اس سلسلے میں ماہرین نے جو باتیں دریافت کی ہیں ان کا روزمرہ کی زندگی میں خیال رکھا جائے تو ذہنی تیزی حاصل کی جا سکتی ہے۔

ناشتہ

پہلی بات ناشتے کی ہے۔ ہم میں سے اکثر نشاستہ

دار چیزوں کا ناشتہ کرتے ہیں۔ حالانکہ نشاستہ دماغ میں ایک قسم کے نیورو ٹرانسمیٹر SEROTONIN کو بڑھاتا ہے اور یہ وہ کیمیائی مادہ ہے جو سکون آور ہے۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں ممکن ہے کہ ہم صبح کے وقت اپنی نارمل توانائی کی سطح تک نہ پہنچ سکیں۔ انڈے اور گوشت وغیرہ میں لحمیات اور کولیسٹرول چونکہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے یہ آہستہ آہستہ ہضم ہوتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں خون دماغ سے زیادہ معدے کی طرف گردش کرتا ہے۔ اس لئے ذہن کی تیزی کم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ماہرین اب یقین رکھتے ہیں کہ اچھا ناشتہ وہ ہے جس میں لحمیات کم ہوں۔ گوشت اگر کھانا ہو تو کم غذائیت والے گوشت کا انتخاب کیا جائے۔ اسی طرح بہت زیادہ میٹھی چیزوں کی بجائے اگر تازہ جوس لے لیا جائے تو یہ اچھا ہے۔ پھلوں میں جو مٹھاس ہوتی ہے وہ آہستہ آہستہ ہضم ہوتی ہے اور فوری طور پر عمل شروع کرنے کا باعث نہیں بنتی جس سے SEROTONIN بڑھ جاتا ہے۔

جہاں تک چائے اور کافی کا تعلق ہے ناشتہ کے بعد چائے یا کافی کا ایک کپ پینے کے بعد آپ زیادہ مستعد و متحرک ہو جاتے ہیں۔ لیکن تین سے زیادہ کپ پینے سے زیادہ تحریک کی وجہ سے ذہن کی فائدہ مندی تیزی اور صفائی کم ہو جاتی ہے۔

دوپہر کا کھانا

بہت کم لوگ دوپہر کے کھانے میں کاربوہائیڈریٹ یعنی نشاستہ دار غذا کے اثرات سے آگاہ ہیں۔ ان غذاؤں میں روٹی، چاول، اور نوڈلز وغیرہ شامل ہیں۔ ایک جائزے سے پتہ لگا ہے کہ ایسی غذائیں عورتوں کو خوابیدہ اور مردوں کو پرسکون اور سست بناتی ہیں۔ اسی جائزہ سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ ۴۰ سال سے زیادہ عمر کے مرد و خواتین نشاستہ دار غذائیں کھانے کے بعد چار گھنٹے تک اپنے کام پر پوری توجہ مرکوز کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ ان کی نسبت جو ایسا کھانا کھاتے ہیں جس میں پروٹین یعنی لحمیات زیادہ ہوں وہ بہتر توجہ مرکوز کر سکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پروٹین سے بھرپور غذائیں مثلاً مرغی یا مچھلی وغیرہ سے خون میں امائنو ایسڈ شامل ہو جاتے ہیں اور ان امائنو ایسڈ میں TRYOSINE بھی شامل ہوتا ہے۔ اور اس میں وہ حفاظتی فلٹر ہوتا ہے جو خون اور دماغ کے درمیان ایک روک ہوتا ہے۔ دماغ میں یہ امائنو ایسڈ مستعدی پیدا کرنے والے کیمیائی مادوں کے لئے مہیا ہوتا ہے۔ ان مادوں کو NOREPINEPHRINE DOPAMINE کہا جاتا ہے۔ اگر ذہنی تناؤ کی وجہ سے ان نیورو ٹرانسمیٹر کی سپلائی بند ہو جائے تو اس کا نتیجہ ذہنی الجھاؤ، قوت فیصلہ کا نہ ہونا، پریشانی اور ڈیپریشن کی شکل میں نکلتا ہے۔

ایک اور کیمیائی چیز جو خون میں گردش کرتا ہوا دماغ تک بھی پہنچتا ہے CHOLINE ہے۔ یہ مچھلی، دیگر اقسام گوشت، انڈے کی زردی، سویابین، چاولوں اور مونگ میں پایا جاتا ہے اور CHOLINE ایک قسم کے نیورو ٹرانسمیٹر (جو کہ

یاداشت میں بنیادی کردار کرتے ہیں) کے لئے پیش رو کی حیثیت رکھتے ہیں۔

رات کا کھانا

رات کو اگر آپ نے پڑھائی کرنی ہے یا کوئی اور کام کرنا ہے پھر تو آپ بے شک پروٹین لے لیں بصورت دیگر پروٹینز مثلاً مچھلی اور دوسرے گوشت وغیرہ رات کے وقت لینے سے گریز کریں۔ اس کے بجائے رات کے کھانے میں آپ اپنے لئے نشاستہ دار غذاؤں کو منتخب کریں۔ یہ غذائیں دماغ کی کیمسٹری کو بالواسطہ تبدیل کر دیتی ہیں کیونکہ ان سے انسولین نکلتی ہے۔ اس کے باعث اعصاب کے خلیے خون سے اکثر امائنوایسڈ لے لیتے ہیں۔ لیکن ایک امائنوایسڈ ایسا ہے جو وہ نہیں لیتے۔ اس کا نام TEXPTOPHAN ہے اور یہ ان کیمیائی افراد میں سے ہے جو دماغ میں داخل ہونے کے لئے دوسرے امائنو ایسڈز کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔ دماغ میں جا کر یہ کیمیکل سکون پہنچانے والے نیورو ٹرانسمیٹر SEROTONIN میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

کاربوہائیڈریٹس کا دماغ پر اس سے زیادہ گہرا اثر ہے جتنا کہ پہلے سائنس دان خیال کیا کرتے تھے۔ ایک ڈاکٹر کا بیان ہے کہ TEXPTOPHAN کے خواب آور اثر کے علاوہ یہ درد کے احساس کو کم کرنے میں بھی مدد دے سکتا ہے۔

بعض ماہرین یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہم میں سے اکثر لوگ نادانستہ طور پر میٹھا اور دوسری نشاستہ دار چیزیں کھاتے رہتے ہیں جن کے باعث ہم بہتر محسوس کرتے ہیں۔ جب موسم کی تبدیلیاں ہوتی ہیں سورج کی روشنی کم ہو جاتی ہے تو بعض لوگ بے سکونی، ڈیپریشن وغیرہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگوں کا وزن بڑھ جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کاربوہائیڈریٹ کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے چنانچہ وزن بڑھ جاتا ہے۔

سردیوں اور خزاں کے چھوٹے دنوں میں PINEAL غدود وہ ہارمون زیادہ پیدا کرتے ہیں جو نیند اور بیداری کے سائیکل کو چلاتا ہے۔ اور یہ ہارمون دماغ میں SEROTONIN پر اثر ڈالتا ہے۔ SEROTONIN کے کم ہونے سے بے آرامی، موڈ کا خراب ہونا، ڈیپریشن وغیرہ ہونا ہے چنانچہ کاربوہائیڈریٹس زیادہ کھانے کی طلب ہوتی ہے اور اس سے عارضی طور پر موڈ خوشگوار ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جو سگریٹ نوشی ترک کرتے ہیں اکثر میٹھی چیزوں اور دوسرے کاربوہائیڈیٹ کھا کر تسکین پاتے ہیں۔ موسمی اثرات سے متاثر ہونے والے اور سگریٹ نوشی ترک کرنے والوں کے لئے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ڈیڑھ اونس کاربوہائیڈریٹس تسکین پہنچانے والے کیمیائی

بقیہ صفحہ 19 پر

احمدی نوجوانوں پر اپنے نظام کی نگرانی رکھیں

بے حیائی کا جرائم سے گہرا تعلّق ہے

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ میں اس مرحلے پر اہل پاکستان کو ایک خصوصی پیغام بھی دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ وہ بدیاں جو مغرب میں پیدا ہو چکی ہیں وہ بڑی تیزی سے مشرقی ممالک میں بھی گھر بنا رہی ہیں۔ ان میں سے آج تیزی سے پیدا ہونے والی بدی جنسی بے راہ روی اور فحاشی ہے۔ پاکستان میں یہ بدی اتنی تیزی سے پھیل رہی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے کہ کیوں کسی کو اس کے ازالے کی فکر نہیں ہے۔ پاکستان میں گندی فلموں اور بے حیائی کی تصاویر کا کاروبار اتنا پھیل گیا ہے کہ یورپ کے سب سے زیادہ بے حیا شہروں میں بھی اتنا نہیں ہے۔ یورپ اور مغرب کے شہروں میں ایک اچھی بات یہ ہے کہ وہاں کی حکومتیں اور پولیس پوری دیانت داری سے ان برائیوں کے پیچھے پڑی رہتی ہے ان ملکوں میں ان کاروباروں کو تحفظ حاصل نہیں ہے۔ لیکن پاکستان میں حکومتوں کو بھی یہ فکر نہیں کہ عوام کے اخلاق کیسے ہیں۔ لیڈروں کو بھی شعور نہیں کہ دینی قدریں کیا ہیں اور برائیاں کس طرح فروغ پا رہی ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ خاص طور پر احمدی نوجوانوں پر اپنے نظام کی نگرانی رکھیں کیونکہ جب بدی عام پھیل جائے تو اس کے اثرات ہر جگہ پھیل جاتے ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ احمدی معاشرہ ان برائیوں سے کلیتہً پاک رہے۔ سمندر میں کپڑا پھینکا جائے تو پانی اس میں لازماً سرایت کرے گا ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی کپڑا کم پانی جذب کرے اور کوئی زیادہ جذب کرے۔ اس لئے جماعت احمدیہ کو بیدار مغزی مسلسل محنت اور توجہ سے کام لے کر اپنے معاشرے کی حفاظت کرنا ہوگی۔ ورنہ ایک بار یہ بدیاں راہ پا گئیں اور ہو سکتا ہے کہ کچھ نہ کچھ راہ پا بھی گئی ہوں تو اس کے سخت خطرناک نتائج برآمد ہوں گے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کی مثال صادق آجائے گی۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ میں ان برائیوں کا تجزیہ کر کے یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ یہ کیوں مضر ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا امر واقعہ یہ ہے کہ ـــ

حیائی وقتی طور پر تحریک اور تموج پیدا کرتی ہے اور بے حیائی کے نظارے عارضی لطف لاتے ہیں۔ اور خیال یہ ہوتا ہے کہ ان نظاروں سے بہتر رنگ میں لطف حاصل کیا جا سکے گا۔ لیکن ہر گناہ فطرت کے خلاف ہوتا ہے اور نتیجہ ہمیشہ الٹ نکلا کرتا ہے۔

دور طالب علمی کا ایک واقعہ

اس مرحلے پر حضرت امام جماعت احمدیہ نے اپنے دور طالب علمی کا ایک واقعہ بیان فرمایا۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ جب میں گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھا کرتا تھا۔ تو میری ایک دفعہ ایک سینئر طالب علم سے گفتگو ہوئی وہ مغربیت کا بڑا حامی اور پردے کا سخت مخالف تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ پردہ انسان کے لطف کی راہ میں حائل نہیں ہوتا بلکہ انسان کے لطف کی حفاظت کرتا ہے۔ اللہ نے انسان کو لمبی زندگی عطا کی ہے۔ جہاں پردہ رائج ہو وہاں یہ نہیں ہوتا کہ انسان رومانی جذبات سے عاری ہو جائے۔ ہمارے شاعروں نے تو محبوب کی ایک جھلک کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ ایسی کیفیات عطا کر جاتی ہے کہ بے حیا سوسائٹی میں ایسا لطف کبھی مل ہی نہیں سکتا۔ ہر روز جو چیز بے حجاب دیکھی جائے وہاں یہ لطف نہیں مل سکتا اور بے پردگی کا نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ بے پردگی کے بعد اگلا مطالبہ لازماً بے حیائی کا ہوتا ہے۔ اس کے بعد مزید مطالبات سامنے آجاتے ہیں اور آخری مرحلہ اس کا یقیناً یہی ہوتا ہے کہ انسان جانوروں تک کے مرحلے پر پہنچ جاتا ہے۔

لیکن جانور تو عقل و شعور سے عاری ہیں اس لئے وہ گناہ گار نہیں ہوتے۔ جانوروں میں جو بے جھجک اور بے تکلف رسوم ہوتی ہیں وہ جب انسانوں میں آتی ہیں تو بے حیائی بن جاتی ہیں۔ پھر اس سے آگے کا کوئی مرحلہ باقی نہیں رہتا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اس بحث کے کئی سال بعد جب مجھے یورپ میں آنے کا موقعہ ملا تو میں نے یہاں ہپی ازم اور کئی قسم کی تحاریک دیکھیں۔ یہ بھی دیکھا کہ بعض عورتیں پوری برہنہ ہو کر بازار میں نکل آئیں کہ ہم مطمئن نہیں ہیں۔ اب کچھ اور چاہیئے۔ اور اب صورت حال یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ تعلقات کے ساتھ ظلم کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ ان کو مزا ہی نہیں آتا جب تک ظلم نہ کریں اور ماریں کوٹیں نہ۔ عورتوں پر زنجیریں برسا کر لطف حاصل کرتے ہیں۔ یہ وہ حدیں ہیں جن سے آگے جانے سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ یہ حدیں سراب کی طرح آگے ہی آگے بڑھتی جاتی ہیں۔ اور تشفی نہیں ہوتی جو لوگ گندی فلموں اور تصویروں کے ذریعے تحریک حاصل کرتے ہیں ان کے نفس پاکبازوں کے مقابلے میں بہت جلد مر جاتے ہیں چنانچہ آج کل دنیا میں سب سے زیادہ نااہل مرد امریکہ میں ہیں۔ جہاں بے حیائی اتنی بڑھ چکی ہے کہ لذت اور لطف باقی ہی نہیں رہا۔ حد سے زیادہ بے حیائی میں جو مزا ہے وہ تو بس ایک دھوکا ہے جس کی پیروی سے وفا اٹھ جاتی ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو ایسی فلمیں

دیکھتے ہیں وہ اکیلے نہیں رہتے۔ پہلے ایسا ہوتا ہے کہ خاوند گھروں میں لاکر بیویوں کو دکھاتے ہیں پھر بعض دوستوں کو ان کی بیویوں کے ساتھ بلاتے اور اکٹھے بیٹھ کر دیکھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود بھی بے حیا اور بے وفا ہو جاتے ہیں اور دوست بھی بے حیا اور بے وفا ہو جاتے ہیں۔ معاشرے سے قدریں اٹھ جاتی ہیں۔ پھر تو بوہیمین (کھلے عام بے حیائی کرنے والے) بننا پڑے گا۔ جانوروں کے معیار تک گرنا پڑے گا۔ اور پھر ان تصویروں میں ہوتا کیا ہے؟ گلیوں میں روز مرہ جو کام کتوں اور مویشیوں کو کرتے دیکھتے ہو، انسان بے حیائی میں اس سے آگے تو نہیں بڑھ سکتا۔

سالہا سال پرانی بات کی تصدیق

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ نے بتایا کہ سالہا سال قبل میں نے جو بات اپنے ساتھی طالب علم کو کالج میں کہی تھی بعینہ وہ پوری ہو چکی ہے۔ لطیف معیار کو ناقص کرتے کرتے جانوروں کے معیار تک مغربی معاشرہ آگیا ہے اور پھر بھی وہ لذت حاصل نہیں ہوتی حتی کہ وہ مراحل آجاتے ہیں کہ آگے سے آگے بڑھتے ہوئے جہنم کا نقشہ سامنے آجاتا ہے جو ''ھل من مزید'' اور بھی کچھ ڈال دے کا مطالبہ کرتی ہے۔ نفس کی جہنم تو بھرنے والی نہیں ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے نصیحت فرمائی کہ اپنے سکون اور طمانیت کو برباد نہ کرو۔ امریکہ میں جو جرائم بہت شدت سے فروغ پا رہے ہیں ان کا بے حیائیوں سے گہرا تعلق ہے۔ اور غریب ملکوں کو تو امیر ملکوں کی عیاشیاں ہضم بھی نہیں ہو سکتیں۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے فرمایا کہ میں پاکستان اور ہندوستان کی جماعت ہائے احمدیہ کے علاوہ یورپ کی جماعتوں کو بھی یہ نصیحت کرتا ہوں کہ خیانت کے مضمون کا معاشرے سے جو تعلق ہے اس مضمون کو پوری طرح سمجھیں۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کی جو مثال بیان کی گئی ہے اس سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ جب انبیاء کی بیویوں کو اتنی سخت سزا دی جارہی ہے تو اس میں عورتوں کے لئے خصوصیت سے نصیحت ہے کہ وہ ہر اس خیانت سے خود کو بچائیں جو ان کے خاوندوں یا دوسرے تعلق والوں کے خلاف ہے۔ ان مردوں کو بھی نصیحت ہے کہ جو اپنی بے حیائیوں سے اپنی بیویوں کو خائن بناتے ہیں کہ اگر وہ خیانت کریں گے تو خدا ان کو چھوڑ تو نہیں دے گا۔

اس مضمون کے تسلسل میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان میں بڑھتی ہوئی بے پردگی کی رو کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر کام پر جانے والی عورتیں ایسی بے پردگی کرتی ہیں جس کا بے حیائی سے کوئی تعلق نہیں تو اسے بے پردگی نہیں کہا جا سکتا۔ جن معاشروں میں بے حیائی اصل

بقیہ صفحہ 10 پر

کیا حضرت الیاسؑ آسمان پر اُٹھا لیئے گئے تھے؟

(مکرم شیخ عبد القادر صاحب۔ لاہور)

بائیبل میں لکھا ہے کہ الیاس نبی ایک بگولے کے ذریعہ آسمان پر چلے گئے (سلاطین ۲۔ ۱۱/ ۳)۔ اہل کتاب کا یہ متفقہ عقیدہ ہے۔ عیسائیوں کے مشہور فرقہ یہواہ وٹنس والوں کو اس سے اختلاف ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ حضرت مسیح نے فرمایا کوئی آسمان پر نہیں چڑھا (یوحنا ۱۳/۳)اس کی رو سے حضرت مسیح سے پہلے کسی کے آسمان پر جانے کا عقیدہ درست نہیں ہے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ الیاس کو بگولے نے اٹھا کر ایک دوسرے علاقہ میں پھینک دیا۔ چنانچہ بائیبل میں ذکر ہے کہ اس دوسرے علاقے کے حکمران کو الیاس نے خط کے ذریعے انذار کیا (تواریخ نمبر ۲۔ ۱۵۔ ۱۲/ ۲۱)

اس حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ الیاس آسمان پر نہیں گئے بلکہ ایک دوسرے علاقہ میں منتقل ہو گئے تھے۔ عصر حاضر میں یہواہ وٹنس والوں کی بائیبل ڈکشنری AID TO BIBLE UNDERSTANDING کے نام سے دس لاکھ کی تعداد میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے ۱۷۰۰ صفحات ہیں۔ اس میں رفع الیاس کے خلاف دلائل درج ہیں صفحہ (۵۰۸) ان کا عقیدہ ہے کہ حنوک یعنی ادریس نبی بھی آسمان پر نہیں گئے۔ آسمان پر صرف حضرت مسیح گئے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہواہ وٹنس والوں نے بائیبل کا نیا ترجمہ نیو ورلڈ ٹرانسلیشن کے نام سے شائع کیا ہے اس کے حواشی میں رفع عیسیٰ کے واقعہ کو بھی محل نظر قرار دیا گیا ہے اور وہ اس طرح کہ اناجیل اربعہ میں جہاں جہاں رفع عیسیٰ کا واقعہ لکھا ہے حاشیہ میں نوٹ ہے کہ فلاں فلاں پرانے نسخوں میں یہ واقعہ درج نہیں ہے۔

سب سے اوّل مرقس کی آخری بارہ آیات میں مسیح کے آسمان پر جانے اور خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھنے کا ذکر ہے۔ نیو ورلڈ ٹرانسلیشن میں اس کے متعلق نوٹ ہے کہ بارہ آیات مندرجہ ذیل قدیم نسخوں میں ناپید ہیں۔

۱۔ سنیائی یونانی نسخہ "الف" چوتھی صدی

۲۔ آرمینی نسخہ پانچویں صدی

۳۔ سریانی سنیائی نسخہ

۴۔ ویٹی کن نسخہ چوتھی صدی (یونانی)

نیو ورلڈ ٹرانسلیشن ترجمہ میں مرقس کی بارہ آیات کو متن سے نکال کر باریک ٹائپ میں الگ کر دیا گیا۔ پھر لوقا کے آخر میں رفع مسیح کا ذکر ہے۔ اس کے متعلق حاشیہ میں ہے کہ مندرجہ ذیل نسخوں میں یہ ذکر شامل نہیں ہے۔

۱۔ سنیائی نسخہ الف چوتھی صدی (یونانی)

۲۔ کوڈکس بیزائی چھٹی صدی (یونانی)

۳۔ پرانے لاطینی نسخے

۴۔ سریانی سنیائی نسخہ

لوقا کے آخر میں یہ فقرہ بھی ہے کہ شاگردوں نے یسوع کو آسمانوں پر جاتے ہوئے دیکھا تو اسے سجدہ کیا۔ حاشیہ میں ہے کہ آیت مندرجہ ذیل نسخوں میں نہیں ہے۔

۱۔ کوڈکس بیزائی (یونانی) چھٹی صدی

۲۔ پرانے لاطینی نسخے۔ چوتھی پانچویں صدی

۳۔ سنیائی سریانی نسخہ

اسی طرح انجیل یوحنا میں ہے

ابن آدم جو کہ آسمانوں میں ہے (یوحنا ۳/۱۳)

یہ فقرہ مسلمہ طور پر الحاقی ہے۔ نیو ورلڈ اور دوسرے تراجم نے متن سے نکال دیا ہے۔ حیرت اس امر کی ہے کہ متی اور یوحنا کی انجیل میں مسیح کے آسمان پر جانے کا واقعہ سرے سے درج نہیں۔

اس عدم ذکر اور ان الحاقات کے پیش نظر مسیح کے آسمان پر جانے کا کیا اعتبار رہ جاتا ہے؟

ظاہر ہے نہ مسیح آسمان پر گئے نہ ان سے پہلے کوئی آسمان پر گیا۔

ہائیکنگ

موسیٰ کا مصلّیٰ

سیرن ویلی، منور گلی اور جھیل سیف الملوک کے خوبصورت نظارے

(مکرم حافظ راشد جاوید صاحب۔ ربوہ)

جب انسان میدانی علاقے میں ہوتا ہے تو یہاں کی چلچلاتی دھوپ سے تنگ آکر پہاڑیوں کے لہلہاتے سبزے میں پناہ لینے کا متمنی ہوتا ہے۔ اپنے جسم کے بہتے ہوئے پسینے سے تنگ آکر پہاڑوں میں بہتے ہوئے دریاؤں اور ندی نالوں کی آغوش میں جا بیٹھنے کو ترستا ہے۔ یہاں کی آگ برساتی دھوپ کو دیکھ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر جمی ہوئی برف کی طرف بے ساختہ لپکتا ہے لیکن پہاڑی علاقے کا لہلہاتا سبزہ، شور مچاتے دریا اور جسم میں سنسناہٹ پیدا کرتی ہوئی سرد ہوا اتنی آسانی سے نہیں مل جاتیں۔ راستے میں کبھی چڑھائی آجاتی ہے تو اس وقت کو کوستا ہے جب ہائیکنگ کے لئے نکلا اور سوچتا ہے کہ کاش یہاں اترائی ہوتی۔ جب اترائی آتی ہے تو ٹخنے اور گھٹنے چیخنے شروع کر دیتے ہیں۔ تو زبان بے اختیار پکار اٹھتی ہے "بر ہر دو لعنت"

ہم ان باتوں سے بے نیاز گرمی کے ستائے ہوئے فیصلہ کر بیٹھے کہ اس بار "موسیٰ کا مصلّہ" اور "منور گلی" کی سیر کریں۔ ہم قلندر صفت طالب علم جو ٹھہرے لہذا "کم خرچ بالا نشیں" کا نعرہ لگا کر اپنے دلوں کو تسکین دیتے ہوئے ٹوٹے پھوٹے (SACKS) لے کر ہائیکنگ کے لئے روانہ ہوئے اور بذریعہ جیپ ۳ بجے "کنڈ بنگلے" پہنچے۔ یہاں سے ہمیں پیدل "شہید پانی" پہنچنا تھا۔ اور اگلے دن "موسیٰ کے مصلہ" جانا تھا۔ جب کنڈ بنگلہ پہنچے تو گھرے بادل چھائے ہوئے تھے مگر ہمیں ہائیکنگ کا شوق اتنا تھا کہ اسی وقت "شہید پانی" کے لئے روانہ ہوگئے۔ ابھی ۳۰ منٹ کا سفر طے کیا ہوگا کہ بادلوں کی گھن گرج سے وادی گونج اٹھی۔ اور یکایک آسمان سے بارش کے موٹے موٹے قطروں نے ہم پر بوچھاڑ کر دی۔ پہاڑوں کے ندی نالے بہہ پڑے۔ جن کے ساتھ کسی وقت بھی بڑے بڑے پتھر لڑھک کر ہم سے ملاقات کر نے آسکتے تھے۔ ہم نے ہائیکنگ کا آغاز ہی کیا تھا کہ سر منڈاتے ہی اولے پڑنا کے مصداق اس قدر زور سے بارش برسی کہ ہم بیچارے ایک پہاڑ کے اوپر اور دوسرے پہاڑ کے دامن میں حیران و پریشان کھڑے یہ سوچ رہے تھے کاش اس وقت گھر ہوتے تو گرم گرم پکوڑے کھاتے مگر اس وقت تو پہاڑ پر سے گرنے والا

کوئی بھی پتھر بغیر گھی کے ہمارے پکوڑے بنا سکتا تھا۔ مگر یہ سوچ کر دل کو تسلی دی کہ ساون کے بادلوں سے ٹکرا کر مر جانا اور رنگ برنگے پہاڑی پھولوں میں دفن ہو جانا عین شاعرانہ حرکت ہے۔ اس لئے خراماں خراماں چل پڑے۔ سورج تو پہلے ہی ہم جیسے ہائیکروں کو دیکھ کر شرما گیا تھا اور بادلوں میں اپنا چہرہ چھپا لیا تھا۔ مگر جب ہم پھر بھی ہائیکنگ سے باز نہ آئے تو پھر جناب سورج نے کائنات کے گرد تاریکی کی چادر لپیٹنا شروع کر دی۔ اس سے پہلے کہ تاریکی اپنے لاؤ لشکر سمیت ہم پر غالب آجاتی ہم شہید پانی کے بنگلہ میں قدم رنجہ فرما چکے تھے۔ لیکن ہم میں سے اکثر کے SACKS کا وزن بارش کے پانی کی وجہ سے دو دو کلو بڑھ چکا تھا۔ یہاں پہنچتے ہی سب نے مل کر کھانا کھایا۔ خشک کپڑے پہن کر آرام کرنے لگے تو پتہ لگا کہ ہماری طرح کچھ مقامی لوگ جو کہ شنکیاری کے رہنے والے تھے مصلّہ پر جانا چاہتے ہیں۔ چونکہ رات کو ان لوگوں سے ہماری گپ شپ ہو چکی تھی۔ ان کا ایک آدمی بیمار تھا ہم نے پیرا سیٹامول کی دو گولیاں دیں اور اپنی ڈاکٹری کا رعب جھاڑنے کے لئے طویل احتیاطی تدابیر ان کو بتائیں۔ اس کی جزا کے طور پر انہوں نے ہمیں بہترین پکا ہوا شکار کا گوشت بھجوایا جو ہمارے لئے کسی طرح بھی من و سلویٰ سے کم نہیں تھا۔ ہم نے خوب ٹھاٹھ سے گوشت کھایا اور ابھی لیٹے ہی تھے کہ نیند کے سنہرے سپنوں کی وادی میں کھو گئے۔ صبح اٹھ کر ناشتہ کیا اور ۶:۳۰ بجے کے قریب بادل نخواستہ پھر چل پڑے۔

"شدل گلی" پہنچے تو شنکیاری کے دوست بھی ہمارے ساتھ آملے۔ ان کو چونکہ راستہ کا قدرے علم تھا اس لئے ہم ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ ابھی کچھ ہی اوپر گئے تھے کہ آسمان پر گہرے بادل چھا گئے۔ بادلوں سے بھی زیادہ دھند ہمارے راستے کا پتھر بن رہی تھی۔ کیونکہ دھند اس قدر زیادہ تھی کہ چند منٹ کے فاصلے پر بھی کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے شنکیاری کے طالب علموں کا گروپ کہنے لگا کہ چونکہ ہمارے ماں باپ کو ہماری ضرورت ہے اس لئے ہمیں "موسیٰ کا مصلّہ" جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ انہوں نے واپسی کے لئے رخت سفر باندھا۔ اور ہمیں دو تین چرواہے مل گئے۔ جنہوں نے ہمیں خوب ڈرایا کہ اس موسم میں مصلّہ پر جانا ناممکن ہے۔ اور وہاں سے "شرّاں" کے لئے اترنا تو موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ انہوں نے اپنی بزرگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیں سمجھانے کی ناکام کوشش تو خوب کی لیکن اگر ہم سمجھنے والے ہوتے تو گھر سے نکلتے ہی کیوں؟ (اور ان کے ڈرانے کا فائدہ ان کو اتنا ہوا کہ ہم نے ان سے درخواست کی کہ اپنا بیٹا گائیڈ کے طور پر ہمارے ساتھ بھجوا دو۔ چنانچہ وہ ساٹھ روپے پر مان گیا)۔ چنانچہ شدید دھند کے باوجود ہم چل پڑے۔ اس جگہ ہم نے خدا کی قدرت کے عجیب نظارے دیکھے کہ کسی وقت اتنی شدید دھند ہوتی کہ لگتا تھا رات ہونے والی ہے۔ مگر پھر اچانک دھند غائب ہو جاتی اور پندرہ منٹ کے لئے ایسا لگتا جیسے موسم بالکل صاف ہو گیا ہے۔ بہر حال ایک

طرف چلنے کا ٹریک بہت مختصر سا اور ذرا سا پاؤں پھسلنے پر بڑی سہولت سے نیچے پہنچنے کا اندیشہ اور دوسری طرف دھند کی ہمارے ساتھ آنکھ مچولی اور تیسری طرف ساون کے بادلوں کا ہمارے ساتھ اٹھکیلیاں کرنا اور ان سب چیزوں کے سنگ ہم سنگ نوردی کرتے ہوئے چلتے گئے۔ شدل گلی سے تقریباً ایک گھنٹہ کے ٹریک پر ایک گلی آتی ہے جہاں سے ایک مقامی آبادی جسے بھٹیار کہتے ہیں موجود ہے۔ مگر ہم نے وہاں جانے کی بجائے اسی دن موسیٰ کے مصلہ جانے کا فیصلہ کثرت رائے سے کیا۔

اب ہم چونکہ تقریباً گیارہ ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ چکے تھے اس لئے کہیں کہیں گلیشئر مل جاتا اور اس کے اوپر سے گزرنا پڑتا۔ بالآخر ہم گرتے پڑتے موسیٰ کے مصلہ کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ وہاں سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کا ٹریک تھا اور ہمارے اور مصلہ کے درمیان صرف دو چوٹیاں حائل تھیں۔ مگر بادلوں کو نہ جانے کیا سوجھی کہ ہماری حالت دیکھ کر آنسو بہانے لگے۔ گو ابھی صرف بوندا باندی ہو رہی تھی جو کسی وقت موسلا دھار بارش کا روپ دھار سکتی تھی اور دھند اتنی بڑھ گئی کہ مصلہ صاحب ہماری نظروں سے غائب ہو گئے۔ تب اکثریت نے فیصلہ کیا کہ اب یہاں سے آگے نہ جایا جائے کیونکہ مصلہ پر برف ہی برف تھی۔ اس لئے وہاں پر تو قیام ناممکن تھا۔ مصلہ سے آگے شڑاں جانے کا راستہ ہم پر واضح نہیں تھا اس لئے سوچا کہ رات وہیں پر گزاری جائے گو ہمارے پاس خیمہ موجود تھا مگر ہمارے گائیڈ نے بتایا کہ اسی گاؤں کو یہاں سے بھی راستہ جاتا ہے گو ذرا لمبا ہے۔ چونکہ سردی بہت بڑھ چکی تھی اس لئے گاؤں پہنچنے کا فیصلہ ہوا جو ہمارے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔ وہاں سے گو ہمیں بہت زیادہ اترنا پڑا۔ جوں جوں ہم اترتے جاتے ہمارا دل کانپتا جاتا اس لئے نہیں کہ راستہ بہت مشکل تھا بلکہ یہ سوچ کر کہ کل یہ اترائی پھر چڑھائی بن کر ہمارا منہ چڑا رہی ہو گی۔

بہر حال اب اترنا شروع کر دیا۔ اترتے رہے اور ہمارا گائیڈ ''بس تھوڑا سا آگے گاؤں ہے'' کرتا کرتا ہمیں تقریباً دو گھنٹے کا راستہ نیچے لے گیا۔ اسی دو گھنٹے کی اترائی نے چونکہ کل چار گھنٹے کی چڑھائی بننا تھا اس لئے اترنے کے ساتھ ساتھ ہمارے ہاتھوں کے چڑیا طوطے سب کچھ اڑتے رہے۔ راستے میں ہمارے ایک ساتھی نے اس گائیڈ کی طرح ایڑیاں مار کر برف پر چلنے کی کوشش کی تو ''کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا'' کے تحت پاؤں پھسلا مگر ہماری خوش قسمتی گلیشئر چھوٹا ہی تھا اور آگے خطرناک گہرائی نہیں تھی اس لئے بچ گئے۔ ورنہ یہ سوچ سوچ کر کہ اگر ہمارے اس ساتھی کو کچھ ہو جاتا تو ہمیں اپنے سامان کے ساتھ ساتھ اس کو بھی اٹھا کر چلنا پڑتا۔ ساری رات ڈراؤنے خواب آتے رہے۔ بہر حال جیسے تیسے گاؤں پہنچے لیکن قربان جاؤں اپنے اس مولیٰ کے جس نے آج کے اس دور میں بھی ایسے مخلص لوگ پیدا کئے ہیں کہ جونہی ہم پہنچے تو گاؤں کے معززافراد نے ہمیں خوش آمدید کہا اور فوراً چائے

کا بندوبست کروایا۔ بیت میں آگ جلائی اور ہمارے منع کرنے کے باوجود رات کو ہمیں کھانا کھلایا۔ کھانے میں کیا تھا اس کو چھوڑیئے کیونکہ لسی میں پکا ہوا ساگ تھا یعنی جس طرح گوشت میں شوربا ہوتا ہے۔ اسی طرح ساگ میں لسی دوڑ رہی تھی۔ اور ڈبل روٹی جتنی مکئی کی روٹی تھی۔ مگر اس کھانے میں اتنا خلوص تھا اور اتنی محبت سے انہوں نے کھلایا اور ہمیں اتنا مزا آیا کہ شائید فائیو سٹار ہوٹل میں بھی کھانے کا اتنا مزا نہ آتا ہو۔

اس خانہ خدا میں رات بڑے سکون سے سوئے۔

صبح چھ بجے ہم مصلّہ کے لئے روانہ ہوئے۔ اور اس اترائی کو جو ہم کل اتر کر آئے تھے جب دوبارہ چڑھنا پڑا تو چھٹی بلکہ ساتویں اور آٹھویں کا دودھ یاد آ گیا۔ بہرحال مرتے کیا نہ کرتے چڑھتے گئے۔ صبح ہم چھ بجے کے چلے ہوئے تقریباً گیارہ بجے موسیٰ کے مصلّہ کی چوٹی پر تھے۔ چوٹی پر پہنچنا تھا کہ سب تھکاوٹ دور ہو گئی کیونکہ راستے میں اگر ہم ایک پہاڑ پر چڑھتے تو سامنے دوسرا پہاڑ ہمارا منہ تک رہا ہوتا۔ لیکن موسیٰ کے مصلّہ پہنچ کر قریب قریب کوئی چوٹی بھی ہم سے بلند نہ تھی۔ موسم کچھ صاف تھا اور موسیٰ کا مصلّہ جو کہ تقریباً ۱۳۵۰۰ فٹ بلند ہے اس پر ہر طرف برف ہی برف تھی۔ مقامی لوگوں سے پتہ چلا کہ اس سال برف غیر معمولی طور پر زیادہ پڑی ہے۔ موسیٰ کے مصلّہ پر ایک پتھروں کا ٹیلہ سا بنا ہوا ہے جس پر مختلف جھنڈے لگے ہوئے ہیں۔ اردگرد برف ہی برف ہے۔ مقامی لوگوں کا اعتقاد ہے کہ اس پتھروں کے چبوترے پر کبھی برف جمی نہیں رہتی۔

موسیٰ کے مصلّہ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں خاکسار نے وہاں پر چند مقامی لوگوں سے پوچھا۔ اکثریت نے تو لاعلمی ظاہر کی مگر بعض لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہاں تشریف لائے تھے اس لئے اس کو موسیٰ کا مصلّہ کہتے ہیں اور یہاں پر ایک بزرگ کی قبر ہے۔ اس جگہ کو مقامی لوگ "زیارت" بھی کہتے ہیں۔

البتہ اس ضمن میں مجلہ الجامعہ میں شائع ہونے والے مضمون کا یہ اقتباس بھی راہنمائی کرتا ہے۔

"موسیٰ کے مصلّہ کے ذکر پر حضور نے وہاں موجود بزرگ کی قبر پر دعا کرنے کے بارے میں پوچھا۔ محترم قریشی صاحب نے کہا ہمیں قبر کے بارے میں اشتباہ تھا اس لئے وہاں دعا نہ کی۔ حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث۔ ناقل) نے فرمایا کہ "میری تحقیق کے مطابق قبر صحیح ہے اور اسلام کے پرانے بزرگوں میں سے ہیں۔ ممکن ہے انہوں نے دعا اللہ تعالیٰ سے مانگی ہو کہ میری قبر ایسی جگہ بنانا جہاں اسے پوجا نہ جا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا اس طرح قبول فرمائی کہ ان کی قبر ایسی جگہ بنی کہ جہاں پہنچنا مشکل ہے"۔ حضور نے فرمایا کہ ہائیکنگ جیسی بار بار ان جگہوں پر جانے کی بجائے نئی نئی وادیاں تلاش کرنی چاہئیں۔ وادیوں میں جانا چاہیے۔"

ایک گھنٹہ مصلّہ کے اوپر فوٹوگرافی وغیرہ کے لئے ٹھہرے پھر وہاں سے شڑاں کے راستے پر چل پڑے۔

باقی آئندہ

اخبارِ مجالس

مختصر رپورٹ اجتماعات مجالسِ خدام الاحمدیہ ۱۹۹۲ء

(مرتبہ: مہتمم صاحب تربیت)

ضلع خانیوال

چوتھا سالانہ ضلعی اجتماع یکم، ۲ اکتوبر ۱۹۹۲ء بروز جمعرات، جمعہ منعقد ہوا۔ اس اجتماع کی تیاری کے سلسلہ میں مقامی اجتماعات کرائے گئے۔ اس اجتماع کا افتتاح مکرم امیر صاحب ضلع کے خطاب سے ہوا۔ پہلے دن دو اجلاس ہوئے۔ علمی مقابلہ جات بھی ہوئے۔ دوسرے دن کی کاروائی کا آغاز نماز تہجد سے ہوا۔ ناشتہ کے بعد ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ نماز جمعہ کے بعد اختتامی اجلاس سے مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ نے خطاب کیا۔ ۱۶ مجالس میں سے ۱۵ مجالس کی نمائندگی تھی۔

ضلع ڈیرہ غازیخان

یک روزہ ضلعی اجتماع ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۲ء بروز جمعہ منعقد ہوا۔ مکرم امیر صاحب ضلع نے افتتاحی خطاب کیا۔ بعدہ علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ نماز جمعہ کے بعد اختتامی اجلاس ہوا۔ دوسرے دن کی کاروائی کا آغاز نماز تہجد سے ہوا۔ بعدہ تمام خدام نے بیت الحمد میں وقار عمل کیا۔ علمی و ورزشی مقابلہ جات بھی ہوئے۔ نماز جمعہ کے بعد اختتامی اجلاس سے مکرم امیر صاحب ضلع نے خطاب کیا۔ اس اجتماع میں ۷۸ خدام اور ۱۲ اطفال شامل ہوئے۔

ضلع میر پور خاص

تین روزہ سالانہ اجتماع یکم تا ۳ اکتوبر ۱۹۹۲ء منعقد ہوا۔ افتتاحی خطاب مکرم امیر صاحب ضلع نے کیا۔ خدا کے فضل سے یہ ضلع گزشتہ ۲۷ سال سے سالانہ اجتماع منعقد کر رہا ہے۔

دوسرے اور تیسرے دن کی کاروائی کا آغاز نماز تہجد سے ہوتا رہا۔ علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ اختتامی خطاب مرکزی نمائندہ نے کیا۔ اس اجتماع میں ۳۰۰ خدام، ۳۲۵ اطفال، ۳۴ انصار اور ۲۵ مہمان شامل ہوئے۔ اس طرح کل حاضری ۶۸۴ تھی۔

ضلع لاڑکانہ

سالانہ ضلعی اجتماع ۸، ۹ اکتوبر ۱۹۹۲ء بروز جمعرات، جمعہ منعقد ہوا۔ مربی صاحب ضلع نے افتتاحی

خطاب کیا۔ دوسرے دن کی کاروائی نماز تہجد سے شروع ہوئی۔ علمی و ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے۔ اختتامی خطاب مرکزی نمائندہ نے کیا۔ کل حاضری ۱۱۰ تھی جس میں خدام ۴۶، اطفال ۴۰، انصار ۱۰ اور ۱۰ مہمان شامل تھے۔

ضلع سانگھڑ

یکم، دو اکتوبر ۱۹۹۲ء بروز جمعرات، جمعہ ضلعی اجتماع منعقد ہوا۔ افتتاحی خطاب مرکزی نمائندہ نے کیا۔ علمی و ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے۔ دوسرے دن کی کاروائی نماز تہجد سے شروع ہوئی۔ نماز جمعہ کے بعد اختتامی خطاب میں مکرم مربی صاحب سلسلہ نے خدام و اطفال کو نصائح سے نوازا۔ اس اجتماع میں ۳۳ خدام اور ۳۷ اطفال شامل ہوئے۔

علاقہ راولپنڈی

علاقہ راولپنڈی کا دو روزہ اجتماع ۱۵، ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۲ء بروز جمعرات، جمعہ منعقد ہوا۔ اختتامی خطاب مکرم صدر صاحب خدام الاحمدیہ پاکستان نے کیا۔ اس اجلاس کی حاضری ۵۹۶ تھی۔ رات مجلس سوال و جواب پر پہلے دن کا پروگرام ختم ہوا۔ اگلے دن کی کاروائی کا آغاز نماز تہجد سے ہوا۔ علمی و ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے۔ پھر اجلاس دوم سے مکرم مربی صاحب اور مکرم امیر صاحب ضلع نے خطاب کیا۔ نماز جمعہ کے بعد اختتامی اجلاس سے مکرم مربی صاحب مقامی کے بعد مکرم امیر صاحب ضلع نے خطاب کیا۔ اختتامی اجلاس میں حاضری ۵۵۸ تھی۔

مجلس بھلوال ضلع سرگودھا

مجلس کا سالانہ اجتماع ۱۵،۱۶ اکتوبر ۱۹۹۲ء بروز جمعرات، جمعہ منعقد ہوا۔ مکرم صدر صاحب مقامی نے افتتاحی خطاب کیا۔ اگلے دن نماز تہجد و فجر کے بعد ورزشی و علمی مقابلہ جات کرائے گئے۔ نماز جمعہ سے قبل آخری اجلاس سے مکرم صدر صاحب مقامی نے خطاب کیا اور یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

مجلس دارالذکر۔ فیصل آباد

مجلس کا سالانہ اجتماع ۱۵، ۱۶ اکتوبر بروز جمعرات، جمعہ منعقد ہوا۔ اجلاس اول میں علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ پھر فرسٹ ایڈ کے متعلق مفید معلومات خدام کو بتائی گئیں۔ اگلے دن پروگرام نماز تہجد سے شروع ہوا۔ نماز فجر کے بعد ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ نماز جمعہ سے قبل آخری اجلاس سے مکرم قائد صاحب مجلس دارالحمد نے خطاب کیا۔ نماز جمعہ کے بعد صنعتی نمائش کا اہتمام بھی کیا گیا۔ اس اجتماع میں ۴۷ خدام شامل ہوئے۔

مجلس گلشن پارک۔ لاہور

۱۸ ستمبر ۱۹۹۲ء بعد نماز جمعہ سالانہ اجتماع کی اختتامی تقریب کا آغاز ہوا۔ اس سے قبل ۴ و ۶ ستمبر کو

اطفال و خدام کے ورزشی مقابلہ جات ہوئے اور ۱۱ ستمبر کو علمی مقابلہ جات ہوئے۔ اختتامی تقریر مرکزی نمائندہ نے کی۔ اس اجتماع میں ۸۳ خدام، ۵۵ اطفال، ۱۹ انصار اور ۵۲ لجنات و ناصرات شامل ہوئیں۔

مجلس وحدت کالونی۔ لاہور

مجلس کا سالانہ اجتماع ۱۰، ۱۱ ستمبر ۱۹۹۲ء بروز جمعرات، جمعہ منعقد ہوا۔ اجلاس اول میں علمی مقابلہ جات کرائے گئے۔ ورزشی مقابلہ جات قبل ازیں سپورٹس ریلی کی صورت میں کرالئے گئے تھے۔ دوسرے دن کاروائی کا آغاز صبح ۱۵-۹ پر شروع ہوا۔ مربی صاحب سلسلہ نے خطاب کیا۔ اس کے بعد خدام کا دینی معلومات و ذہنی آزمائش کا پرچہ لیا گیا۔ نماز جمعہ کے بعد اختتامی اجلاس سے مرکزی نمائندہ نے خطاب کیا۔ اس اجتماع میں ۱۱۶ خدام، ۴۹ اطفال اور ۳۷ انصار شامل ہوئے۔

مجلس گلبرگ۔ لاہور

مجلس کا سالانہ اجتماع ۷، ۸ اکتوبر ۹۲ء بروز جمعرات، جمعہ منعقد ہوا۔ افتتاحی خطاب مکرم منیر احمد شیخ صاحب نے کیا۔ علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ دوسرے دن نماز تہجد و فجر کے بعد اجتماعی طور پر سیر کا پروگرام ہوا۔ بعدہ اختتامی اجلاس سے مکرم قائد صاحب ضلع لاہور نے خطاب کیا۔ اس اجتماع میں ۴۸ خدام و اطفال شامل ہوئے۔

مجلس بھاٹی گیٹ۔ لاہور

مجلس کا ایک روزہ اجتماع ۲، اکتوبر ۱۹۹۲ء منعقد ہوا۔ افتتاحی خطاب مکرم قائد صاحب مجلس نے کیا۔ بعدہ علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ نماز جمعہ کے بعد اختتامی اجلاس سے نمائندہ مرکز نے خطاب کیا۔ اس اجتماع میں ۸۰ خدام، ۵۲ اطفال، ۶ انصار اور ۷ مہمان شامل ہوئے۔ اس طرح کل حاضری ۱۴۵ تھی۔

مجلس ڈیفنس

مجلس کا ایک روزہ اجتماع ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۲ء بروز جمعہ منعقد ہوا۔ اجلاس اول میں علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ اختتامی تقریب بوجوہ ۱۳، اکتوبر ۱۹۹۲ء کو منعقد ہوئی جس سے مکرم نگران صاحب وقف نو جماعت لاہور نے تفصیلی خطاب کیا۔ اس اجتماع میں ۳۰ خدام اور ۱۶ اطفال شامل ہوئے۔

مجلس صدر۔ کراچی

مجلس کا ۱۷واں سالانہ اجتماع یکم، دو اکتوبر ۱۹۹۲ء بروز جمعرات، جمعہ منعقد ہوا۔ افتتاحی خطاب مکرم مربی صاحب سلسلہ نے کیا۔ بعد ازاں اجلاس اول میں علمی مقابلہ جات ہوئے۔ دوسرے دن کی کاروائی کا آغاز نماز تہجد سے ہوا۔ صبح ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ بعدہ اجلاس دوم ہوا۔ نماز جمعہ سے قبل اختتامی اجلاس میں مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ کراچی نے خطاب کیا۔ اس اجتماع میں ۶۹ خدام اور ۳۵ اطفال شامل ہوئے۔

سانحۂ ارتحال

نہایت افسوس سے قارئین کو مطلع کیا جا رہا ہے کہ محترم مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر ثانی ۱۵ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال فرما گئے۔

آپ ۱۴ر اگست ۱۹۴۲ء کو بدوملہی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۱۹۶۲ء میں خدمتِ دین کے لئے زندگی وقف کی اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور جامعہ احمدیہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد ۱۹۷۰ء میں میدانِ عمل میں آئے۔ پاکستان میں آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ، ننکانہ صاحب، چک ۴۲ ج ب، شمیر روڈ میں مربی سلسلہ رہے اور ۱۹۷۳ء میں آپ کو تنزانیہ بھجوایا گیا جہاں آپ ۱۹۸۰ء تک دعوت الی اللہ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۸۰ء میں آپ وطن واپس آئے تو آپ کی تقرری نظارت اصلاح وارشاد (وقفِ عارضی) میں ہوئی جہاں آپ تادمِ حیات مامور تھے۔ اسی طرح ۱۹۸۷ء میں آپ کو ماہنامہ "مصباح" کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا اور آپ کو ساڑھے پانچ سال اس ماہنامہ کی ادارت کی توفیق ملی۔

آپ کم گو، سادہ طبع اور متین انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غریقِ رحمت کرے اور آپ کی بیوہ اور دیگر لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

Monthly **Khalid** Rabwah

Editor. SAYYED MUBASHIR AHMAD AYAAZ

REGD. NO. L. 5830 JANUARY 93